**درس حدیث**

محمد اظہر مدنی

# عیب جوئی حرام ہے

**عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: صعد رسول الله صلی ا لله علیه وسلم المنبر فنادی بصوت رفیع فقال: یا معشر من اسلم بلسانه ولم یفض الایمان الی قلبه، لا تؤذوا المسلمین ولا تعیروهم ولا تتبعوا عوراتهم، فانه من تتبع عورة أخیه المسلم تتبع الله عورته، ومن نتبع الله عورته یفضحه ولو في جوف رحله (سنن الترمذی)**

**ترجمہ**: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور باآواز بلند لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہو اور ایمان ابھی جن کے دلوں تک نہیں پہنچا ہے، مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور انہیں عار نہ دلاؤ اور نہ ہی ان کے عیبوں کو ڈھونڈھو اس لئے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب ڈھونڈھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ڈھونڈھے گا اور جس کے عیب کو اللہ تعالیٰ ڈھونڈھے گا اس کو ذلیل کردے گا اگرچہ وہ اپنے مکان ہی میں کیوں نہ ہو۔

**تشریح**: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ایک انسان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس لئے کسی بھی انسان کی جان، مال، عقل یا عزت وآبرو سے چھیڑ چھاڑ کرنا حرام ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا** یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انھیں فضیلت عطا فرمائی۔

کسی بھی انسان کو تکلیف وایذاء پہنچانے والی برائیوں میں سے ایک برائی اس کی عیب چینی ہے۔ جبکہ شریعت اسلامیہ نے پردہ پوشی اور کسی کے عیب چھپانے کی بڑی اہمیت وفضیلت بیان کی ہے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی دنیا میں کسی بندے کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے عیب پر پردہ ڈال دے گا۔ کون ایسا انسان ہے جس کا یہ دعوی ہو کہ اس کے اندر عیب نہیں ہے۔ وہ عیبوں سے پاک وصاف ہے۔ آپ کو کوئی بھی نہیں ملے گا بلکہ ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی عیب ضرور پایا جاتا ہے۔ اس عیب کو چھپانا، اس کی ستر پوشی کرنا ہم پر واجب ہے۔ لیکن آج اس کے برخلاف لوگ ایک دوسرے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، اس کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں۔ عیبوں کو تلاش کرنے میں نہ جانے اللہ کے کن کن حدود کو پھلانگ جاتے ہیں جس کا ان کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ دوسرے کے عیوب تلاش کرنے میں نہ جانے خود کن کن برائیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں، گناہوں کے دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں اور یہ مرض جس شخص یا جس سماج ومعاشرہ میں عام ہو جائے، اس سماج کے لوگ کبھی بھی چین وسکون سے نہیں رہ سکتے اور نہ دوسروں کو رہنے دے سکتے۔ اس کے بہت سارے مضر اثرات ہیں اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور ستر پوشی کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے بلکہ یہی نہیں نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ جو شخص کسی کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب پر پردہ ڈال دے گا اور جو اس قبیح اور مذموم عمل میں ملوث ہوگا اللہ تعالی بروز قیامت اس کو اس قبیح اور مذموم عمل میں مبتلا فرمادے گا۔ اور یہ عیب جوئی اس کو جہنم میں لے جانے کا سبب بن جائے گی۔ سورہ الہمزہ میں اس کی بربادی، خرابی اور ہلاکت کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی؟ وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی۔ جو دلوں پر چڑھتی جائے گی۔ اور ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔

مسلمانوں کے عیوب کو ظاہر کرنا بدترین عمل ہے۔ سفر معراج کے موقع رسول اللہ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی آبروریزی اور ان کا گوشت کھایا کرتے تھے یعنی ان کے عیوب کو کھوج کھوج کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے اس سے اس کی سنگینی کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کتنا بدترین عمل ہے۔ ہم تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی اس برائی سے محفوظ فرمادے جس کی ہلاکتیں اور سنگینیاں اتنی ہیں کہ بروز قیامت خود اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے پیچھے پڑ جائے گا اور اس کو ذلیل ورسوا کردے گا اور جس کے پیچھے اللہ تعالی خود پڑ جائے اس کو کون بچا سکتا ہے۔ مولائے کریم کسی بھی مسلمان کی تذلیل وتحقیر کرنے، اس کے عیوب کو برملا بیان کرنے اور عزت وحرمت کی پامالی، عیب جوئی، طعنہ زنی، برا بھلا کہنا، توہین کرنا وغیرہ سنگین برائیوں سے محفوظ فرمانے کے ساتھ ساتھ توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین وصلی اللہ علی نبینا محمد ﷺ

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی    مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی    مولانا شہاب الدین مدنی    ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی    مولانا طہ سعید خالد مدنی    مولانا انصار زبیر محمدی

## اس شمارے میں

| | |
|---|---|
| درس حدیث | ۲ |
| اداریہ | ۳ |
| اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہ بھولیں | ۶ |
| عید کے چند اہم احکام ومسائل | ۸ |
| انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم | ۱۲ |
| نوافل کی اہمیت اور شش عیدی روزے | ۱۴ |
| رمضان کے بعد بھی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہے | ۱۷ |
| تمام انبیاء کا دین ایک ہے | ۱۸ |
| فضائل اخلاق | ۲۰ |
| اپیل | ۲۳ |
| پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا اخلاق | ۲۴ |
| خیر امت کا عظیم کام دعوت وتبلیغ ہے | ۲۶ |
| حسد نہ کرو | ۲۷ |
| تذکرہ مولانا محمد صادق سلفی | ۲۹ |
| اعلان داخلہ المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیه | ۳۱ |
| عیدانہ فنڈ | ۳۲ |

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ____ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ____ ۷/روپے
پاکستان ____ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

# موجودہ حالات اور ہم سب کی ذمہ داریاں

کیا میں یہ سمجھانے میں کامیاب ہوسکوں گا کہ ظلم ظلم ہے اور یہ فطرت و شریعت دونوں کے قوانین کی رو سے مردود ومذموم ہے اور یہ کہ ظالم ہمیشہ مغلوب اور ناکام رہا ہے۔اس کے برخلاف مظلوم مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اس کی مظلومیت کے ایام بے حد گنے چنے ہوتے ہیں۔گوکہ جب اس پر ظلم کی تان ٹوٹتی ہے تو اس کا ایک لمحہ بھی کافی گراں اور طویل معلوم پڑتا ہے لیکن اس کی حیثیت چند لمحے، چند دن، چند ہفتے، چند دہے، چند ماہ اور چند سال کی ہی ہوتی ہے۔ظلم انسان خواہ اپنوں پر کرے یا غیروں پر کرے، رشتہ داروں پر کرے یا پڑوسیوں پر کرے، انسانوں پر کرے یا جانوروں پر کرے، دوستوں پر کرے یا دشمنوں پر کرے، قریبی لوگوں پر کرے یا دور کے لوگوں پر کرے اس کی حرمت شناعت دونوں جہان میں مسلم ہے بلکہ یہ بروز قیامت تاریکیوں کا باعث ہوگا۔

روئے زمین پر سب سے بڑی مظلومیت کسی فرد یا کمیونٹی کا ناحق قتل وخونریزی ہے اور ناحق جان سے مار دینے کو اسلام سمیت تمام ادیان اور ایوان میں سب سے بڑا گناہ اور پاپ مانا گیا ہے۔مقتول حقیقت میں سب سے زیادہ مظلوم ہوتا بھی ہے اور موت کئی ناحیے سے انتہائی تکلیف دہ اور خطرناک تصویر اور بھیانک شکل میں نمودار ہوتی ہے۔موت کے تصور سے ہی انسان کانپ اٹھتا ہے۔خصوصا جب قتل اور اذیت ناک خونریزی کی شکل میں موت آتی ہے تو اس کے مشاہدے سے ہی ظالم سے ظالم انسان کی روح کانپ جاتی ہے۔ خود قاتل کی آنکھوں میں خون بھر آتا ہے، دماغ ماؤف ہوجاتا ہے اور اگر مکمل طور پر اس کے اندر سے انسانیت مر نہیں گئی ہو اور اس کی طبیعت مسخ نہیں ہوگئی ہو تو اس جرم کا احساس اسے ہر لمحہ خود اس کے اوپر ایک خوفناک موت طاری کرتا رہتا ہے۔مقتول پر یہ حالت کچھ وقت کے لیے طاری رہتی ہے جبکہ قاتل اس وحشت ناک منظر اور دردناک صورت حال کا ہمہ وقت شکار رہتا ہے تا آنکہ وہ

اس طرح کی دردناک موت سے دوچار کردیا جائے۔ والدین کے نافرمانوں اور گستاخوں اور ناحق قاتلوں کا انجام بد دنیا میں ہی عموماً یہی ہوتا ہے کہ ان کی اولاد ان کے ساتھ بھی گستاخی کرے اور نافرمان ہو اور اسی طرح قاتل بھی قتل کئے جائیں یا ان کے عزیز وقریب قتل کئے جائیں اور آخرت کی کڑی سزا اور سخت عذاب جو ’’**الجزاء من جنس العمل**‘‘ کے تحت نصوص کتاب وسنت اور مکافات عمل کی روشنی میں اور رب کی حکمت اور عدالت کے تحت متعین ہے یہ بات مسلمات میں سے تسلیم کی جاتی ہے۔

مظلوم اور مقتول انسان کے لیے ان چند لمحوں کے دردناک حادثات کے علاوہ واقعہ یہ ہے کہ اس کی ہمنوائی، اس کے ساتھ ہمدردی، اس کے لئے کلمہ خیر اور تحسین وتعریف بسا اوقات کم سے کم اس کی مظلومیت کے بعد شروع ہوجاتی ہے۔ زبان خلق سے لے کر دنیا کی عدالتوں اور ایوانوں تک میں بظاہر اس کے حقوق کی لڑائی لڑی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہمدردی کے قصے دیر تک دراز ہوتے رہتے ہیں، بلکہ عام انسانوں سے ہٹ کر بہت سے لاتعلق اور ظالم انسان بھی اس کی طرف داری کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ کی دیگر مخلوقات فرشتے وغیرہ تو اس کے حق میں دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اس کی مظلومیت پر آہیں بھرنے والوں کی بھی کمی نہیں ہوتی ہے۔

دنیا کی بہت سی اقوام، انجمنیں، جمعیات اور حقوق انسانی کے ادارے اس کی ہمدردی اور حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو بسا اوقات اس کی زندگی میں تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ درحقیقت انسان کی مظلومیت اور اس کا قتل ناحق ہے ہی اتنا عظیم وسنگین مسئلہ کہ جس کے لئے ساری اقوام عالم اور زمین وآسمان کی ساری مخلوقات بیک آواز اور باہم مربوط ہوکر ایک ساتھ کھڑے ہوں تو یہ عین فطرت اور مبنی برعدل وانصاف ہے۔ غالباً اس لیے بھی اسلام نے شخص واحد کے قتل ناحق کو ساری انسانیت کا قتل گردانا ہے اور ایک شخص کو بے جا قتل ہونے سے بچالینے کو ساری انسانیت کو زندہ کردینے کے برابر قرار دیا ہے۔

یہاں اس حوالے سے دو باتیں ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔ ایک یہ کہ ساری انسانیت پر کسی نہ کسی شکل میں یہ حق اور فرض بنتا ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر کسی کے ساتھ ظلم اور کسی کا قتل ناحق نہ ہونے دے۔ کسی کی بھی جان بچانے کی ذمہ داری ان کی بھی ہے اور اس معنی میں یہ تفریق بجا نہیں ہے کہ حکومت، انتظامیہ اور پولیس مظلوموں اور مقتولوں کو قتل وغارت گری سے بچانے اور ان کی مظلومیت کی دادرسی کی تنہا ذمہ دار ہے اور اس کے علاوہ ساری انسانیت مجبور محض یا لاتعلق ہے۔ کسی نہ کسی حیثیت سے معاشرہ اور عالم انسانیت کا ہر فرد اس کا مسئول ہے ورنہ مظلوم کی فریادرسی، اس کی خاطر آواز اٹھانے، اس کا حق دلانے اور مقتول کا بدلہ قاتل سے لینے کے لیے ہر سطح پر آواز اٹھانے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے۔

دوسری بات جو کہ درحقیقت پہلی بات کا ہی حصہ اور لازمہ ہے اور وہ یہ کہ مظلوم یا مقتول کے لئے جو آواز ہمدردی اور انصاف کے نام پر اٹھتی ہے درحقیقت اس ظلم کے واقع ہونے سے پہلے اور واقعہ قتل سے قبل ہی اس کا اٹھنا اس کا اصلی اور حقیقی وقت ہے۔ دنیا کے قوانین، شریعت کے اصول اور فطرت کے تقاضے تو یہی کہتے ہیں کہ ظلم نہ ہو، خون ناحق نہ بہے اور حسب مراتب سارے انسانوں کا فرض بھی ہے کہ وہ ایسی بھیانک واردات اور خون چکاں واقعات رونما نہ ہونے دیں۔ یہ حمایت وہمدردی اور فرضیت ومسئولیت حسب مراتب اور بقدر قوت وطاقت اور وسعت ہر فرد ومعاشرہ اور ملک پر پہلے ہی عائد ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی کی کوتاہی بھی ایسے بدترین حالات اور سانحات کے نتائج ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہ سماج ومعاشرہ تباہ وبرباد ہوجاتا ہے جس میں مظلوموں کی دادرسی نہیں ہوتی ہے۔ اسلام سے قبل کا جاہلی معاشرہ جس میں چند ہی اخلاقی قدریں باقی رہ گئی تھیں اس میں بھی مظلوموں کی حمایت اور ان کے تئیں ہمدردی کی جیتی جاگتی مساعی موجود تھیں۔ جس میں مسیحائے انسانیت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی عملاً شریک تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد جس انسانی وعالمی معاشرے کی بنیاد استوار کی تھی اس میں عدل اجتماعی کی مضبوط اینٹ بھی شامل تھی۔ اس لئے کہ عدل پر مبنی معاشرے میں ہی ظالموں کی بیخ کنی اور مظلوموں کی دادرسی یقینی ہوسکتی ہے۔ اسلام نے ظلم کو مٹانے اور ظالموں کے

استیصال کے عمل کو معاصر انتقامی کارروائیوں کی خوں آشامی سے نکال کر ظالموں کے ساتھ ہمدردی اور مدد کا پرامن جامع تصور دیا ہے اور کہا ہے "انصر اخاک ظالما او مظلوما" ۔ کہ ظالموں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کسی کو تختۂ ستم بنانے سے روک کر ان کی مدد کرو۔

اس حوالے سے اسلام کی یہ تعلیم بھی کافی اہم ہے کہ "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان "نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور ظلم وعصیان اور شر وفساد کے کاموں میں کسی سے تعاون کرنے سے گریز کرو۔

نیز اس کی یہ وعید شدید بھی قابل غور ہے کہ من اعان ظالما لید حض بباطله حقا فقد برئت منه ذمة الله وذمة رسوله (حاکم) جس نے ظالم کی مدد کی تا کہ اس کے باطل کو حق ثابت کرے تو اس سے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ختم ہوگیا۔

ملک ومعاشرہ سے ظلم کو مٹانے اور مظلوموں کی حمایت ومدد کا تقاضا ہے کہ حکومت وعدلیہ کی طرف سے ظالموں کیساتھ نرمی اور مداہنت نہ کی جائے "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ "(ھود:۱۱۳) اور دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہیں جھکنا ،ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا تمہارا مددگار نہ کھڑا ہوسکے گا اور نہ تم مدد کیے جاؤ گے۔

اسی طرح خاندان اور معاشرے کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے آغوش محبت ، گہوارۂ تعلیم وتربیت اور دبستان علم وادب کے ذریعہ ذمہ دار ، فرض شناس، انسانیت نواز اور ہمدرد وبہی خواہ اور قلب سلیم ، پیار ومحبت سے سرشار نیک دل ، اچھی اور نرم خو نسلیں تیار کریں جن سے دنیا میں پیار ومحبت اور عدم تشدد واہنسا کا دور دورہ رہے ۔کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ روئے زمین پر جو ظلم وزیادتی اور حق تلفی وخوں ریزی واقع ہورہی ہے اور ظالم وباغی اور فسادی پیدا ہورہے ہیں وہ اسی سماج ومعاشرے کے ایک اہم عنصر ہیں۔ جس کے ہم خود بحیثیت والدین، دانشور، تعلیم یافتہ، معلم ومربی معاون ومددگار ہیں اور کم از کم ملک وملت اور انسانیت وسماج کا ایک فرد ہونے کے ناطے سماج سدھار اور نئی نسل کی اعلیٰ اخلاقی وانسانی قدروں کی بنیاد پر پروان چڑھانے کی ذمہ داری ہماری بھی ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته ۔

اسی طرح سماج کے ہر فرد کے ساتھ دانشوروں ، سربراہوں اور باثر اور پڑھے لکھے لوگوں نیز دھرم گروؤں دین ومذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں اور علمائے کرام کا فرض بنتا ہے کہ ملک ومعاشرے میں امن وشانتی ،میل محبت ، آپسی بھائی چارہ ،قومی یکجہتی اور پرامن بقائے باہم کی خاطر ہمہ جہت محنت اور جدوجہد مخلصانہ ورضا کارانہ طور پر کرتے رہیں ورنہ چند نادانوں اور سرپھروں کی نادانی اور سرکشی پوری قوم کو سنگین حالات سے دوچار کردے گی۔

اری تحت الرماد وميض جمر
ويوشك أن يكون له ضرام
فان النار بالعودين تذكى
وان الحرب مبدؤها كلام
فان لم يطفها عقلاء قوم
يكون وقودها جثث وهام
فقلت من التعجب ليت شعري
أأيقاظ أمية أم نيام
فان يقظت فذاك بقاء ملك
وان رقدت فاني لاألام

اسلام جس طرح یہ چاہتا ہے کسی بھی فرد یا معاشرہ اور ملک یا خطہ پر کسی بھی حوالے سے ظلم نہ ہو اور مظلوم کی بہرحال مدد اور حمایت کی جائے اسی طرح اس کی منشا یہ بھی ہے کہ استطاعت اور طاقت رہتے ہوئے کسی کی ظلم وزیادتی کو برداشت نہ کیا جائے۔ البتہ اس عمل میں امن وقانون کو ہاتھ میں لینے کی بھی جسارت نہ کیجائے۔ اللہ تعالی نے اس بندے کی تعریف کی ہے جو اپنے اوپر ہونے والے ظلم وزیادتی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (الشوری:۳۹)

نہ وہ ہراساں ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ بے جا جوش وجذبات کے شکار ہوتے ہیں اور قانون واخلاق اور عدل اور حالات کے تقاضے کے مطابق اپنے مال وجان اور عزت وآبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔

☆☆☆

پندرہ روزہ ترجمان

# اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہ بھولیں

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کو یاد رکھنا اور اس کے حقوق کو ادا کرنا ایک بندہ مومن کا شیوہ اور فریضہ ہے۔اس کی شان عبدیت اور طرّہ امتیاز ہے۔اسی میں دین ودنیا کی بھلائیاں، زندگی کی خوشگواریاں ہیں اور حیات مستعار کی ناہمواریوں، ناکامیوں اور تلخیوں سے تحفظ بھی۔ایک عقل مند انسان سب کچھ گوارہ کرسکتا ہے اور ہر قسم کے خسارے کو برداشت کرسکتا ہے لیکن وہ اپنے منعم حقیقی اور معبود برحق کو بھول جائے اسے قطعی گوارہ نہیں ہوسکتا ہے۔وہ لوگ جو اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے ہیں وہ احمق ہیں، عقل سے پیدل انسان ہیں، اس لئے کہ رب العالمین نے عقل مندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی جو پہلی صفت بیان کی ہے کہ وہ ہر حال میں کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں، یا لیٹے ہوں اللہ کو یاد رکھتے ہیں، اسے بھول جانے کی جسارت نہیں کرتے۔ارشاد باری تعالی ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (آل عمران:190-191)"بیشک آسمانوں اورزمین کی تخلیق اور لیل ونہار کی گردش میں (اُن) عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں"۔

اور سب سے صاحب علم وعقل ہستی سے متعلق اماں عائشہ گواہی دیتی ہیں کان النبی یذکر اللہ علی کل احیانہ (مسلم:373)"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے تھے"۔اور اسی یاد الٰہی کی وصیت وتاکید نبی محترم فرماتے تھے لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ(ترمذی:3375)"ہمیشہ تیری زبان ذکر الٰہی سے تر و تازہ رہے"۔

ایسے انسان کی خوش بختی کا کیا کہنا جسے اللہ یاد ہو، اس کے دل کی دنیا یاد الٰہی سے آباد ہو، اس کی زبان ذکر الٰہی سے تر وتازہ ہو اور وہ ہر آن وہر لحہ رب سے اپنے تعلقات کی تجدید واستحکام میں مصروف ہو۔اور یقیناً وہ بڑا بدنصیب ہے، قسمت کا مارا ہے، جو اللہ کو بھول جائے، جس نے ماں کے پیٹ میں، شکم مادر کے اندھیرے میں، رحم کی تاریکی میں اسے نہیں بھولا، اسے زندگی دی، روزی فراہم کیا، قطرہ منی سے گوشت کا لوتھڑا پھر انسانی ڈھانچہ بنایا اور ماں کے پیٹ سے باہر نکالا وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (نحل:78)"اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے جب نکالا تو تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنایا تاکہ تم شکر ادا کرو"۔یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (زمر:6)"وہی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، یکے بعد دیگرے مراحل سے گزار کر پیدا کرتا ہے"۔

اللہ کو بھول جانا یہ ایسا سنگین جرم اور قبیح عمل ہے جس کے بڑے برے اور سخت نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ ایسا مرض ہے جو انسان کو ہلاک کردیتا ہے اور اس کی آخرت کی نیا ڈبو دیتا ہے، جس سے انسانیت کی قبا چاک ہوجاتی ہے اور ذلت اس کا مقدر بن جاتی ہے اور انسان سکون کی تلاش میں سرگرداں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

آیئے اس کے کچھ اہم ضرر رساں پہلوؤں پر غور کرتے ہیں تاکہ اس سے دامن بچا کر چلنے کی ادا سیکھیں۔ واللہ المستعان علیہ التکلان

1)اللہ کو بھولنے والے اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔یہ بڑا خطرناک پہلو ہے کہ انسان اپنے مقام کو، اپنی حیثیت کو، اپنے مصالح ومفاد کو بلکہ خود اپنی ذات کو بھول جائے۔یہ بھولنا ایسا ہے جس کا کوئی حل، کوئی علاج اور کوئی بدل نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالی نے متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (حشر:19)"اور تم ان کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کردیا تو اللہ نے انہیں ان کی ذات کی طرف سے غافل کردیا۔وہی لوگ فاسق ہیں"۔

2)اللہ کو بھولنے والے اپنی ذات کے ساتھ اپنی صفت انسانیت کو بھول جاتے ہیں اور وہ جامہ انسانیت تار تار کرکے حیوانوں کی صف میں آجاتے ہیں بلکہ وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہوجاتے ہیں جو انسانیت کی سب سے بڑی توہین ہے، جس انسان کو اس کے خالق نے سب سے بہترین وحسین ماڈل میں پیدا کیا، آفاق والنفس میں برتری عطا کی، باغِ کائنات کا حسین پھول بنایا۔ایسا انسان جو حدود انسانیت کو چھلانگ کر کے جانوروں کی لائن میں آجائے، ایسے ہی عاقبت نااندیش، غافل انسانوں کے متعلق قرآن نے کہا لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (اعراف:179)"ان کے دل ایسے ہیں جن سے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے سنتے نہیں، وہ بہائم (چوپائے) کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم گشتہ راہ ہیں"۔

3)اللہ کو بھولنے والے اپنے مقصد تخلیق کو بھول جاتے ہیں۔اسے یہ یاد نہیں رہتا کہ اس دنیا میں ہماری پیدائش کا آخر مقصد کیا ہے؟

اس دنیا میں ہر شخص اپنی زندگی کا ایک متعین مقصد رکھتا ہے اور اسی کے ساتھ وہ جیتا ہے۔ایک موچی جو چوراہے پر بیٹھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہمارا مقصد جوتے میں پالش لگانا ہے اس لئے وہ بڑی مستعدی سے اپنے مقصد کی تکمیل کرتا ہے، اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر ہم اپنے مقصد کو بھول گئے تو ہم اور ہمارے بچے بھوکے رہ جائیں گے۔

اس کائنات کی ہر شئے کو اللہ نے با مقصد بنایا ہے اور یہ انسان یوں ہی بیکار نہیں بلکہ اس کی تخلیق کا عظیم مقصد ہے اور وہ ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات:56)"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (مؤمنون:115)" کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف دوبارہ لوٹائے نہیں جاؤ گے؟"۔

اب اگر کوئی شخص اللہ کو بھول جائے، اپنے مقصد تخلیق سے غافل ہو کر غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے، پیروں کو سجدہ، جنوں کو سجدہ، اصحاب قبور سے فریادرسی اور ان کے نام پر ذبیحہ، قبروں کا طواف شروع کر دے تو گویا ایسا شخص اپنی زندگی کی صحیح لائن سے دور ہو گیا اور اس مقصد کی ادائیگی میں ناکام ثابت ہوا، جس کے لیے اسے دنیا میں بھیجا گیا ہے پھر رب العالمین سے اس بغاوت کا جو انجام ہوگا اسے بھگتنے کے لیے اسے تیار رہنا چاہیے۔

4) اللہ کو بھولنے والے اپنے والدین کو بھول جاتے ہیں خدا فراموشی کا خطرناک انجام یہ بھی ہے کہ ایسے لوگ اس عظیم ہستی کو بھی فراموش کر جاتے ہیں جو سب سے بڑے ناصح اور عظیم محسن ہیں اور جو اس دنیا میں ہمارے وجود کا ظاہری سبب ہیں۔آج والدین اور اولاد کے درمیان دوریاں بڑھ رہی ہیں، روایتی رشتے کمزور اور شکست وریخت کے شکار ہو رہے ہیں۔

والدین سے محبت، وفا شعاری اور ان کی خدمت گزاری داستان پارینہ بنتی جا رہی ہے اور اس کا اہم سبب اللہ اور اس کے عظیم حقوق کو فراموش کر جانا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اپنے حق خالص عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا ہے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اسراء :23)"اور آپ کے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ لوگو! تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو"۔اس آیت کریمہ سے اللہ کی حسن عبادت اور والدین کے ساتھ حسن تعامل کے مابین گہری نسبت اور تعلق کا پتہ چلتا ہے اور یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر ہم اپنے معبود حقیقی کو بھول جائیں گے اور اس کی عبادت سے انحراف کریں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اپنے محسن حقیقی کو یاد نہیں رکھیں گے۔ والدین اور اس کے حقوق ہمیں اس وقت یاد رہیں گے اور ان کی ادائیگی کیلئے فکرمند بھی، جب ہم اللہ کا عبادت گزار بندہ بن کر زندگی گزاریں گے۔

5) اللہ کو بھولنے والے اور اس کے احکام سے دوری اختیار کرنے والے اپنی راحت و آرام کو بھول جاتے اور سکون کی سانس سے محروم ہو جاتے ہیں۔کیا یہ معمولی سزا ہے کہ ایسے غافلین مال و دولت کے پیچھے پاگل بنے رہتے ہیں، وہ پیسے حاصل کرنے کی مشین بن گئے ہیں، اسے چین نہیں، آرام کا موقع نہیں، کھانے پینے کی فرصت نہیں، اللہ کے سامنے جھکنے کا ٹائم نہیں، رشتے داروں، دوست و احباب سے ملاقات کا وقت نہیں، رفاہی و فلاحی کاموں میں حصہ لینے اور دینی اجتماعات میں شرکت کے لیے چھٹی نہیں، دنیا کی حرص و ہوس نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔ نہ گھر کے رہے اور نہ گھاٹ کے۔ آخر اس دولت سے کیا فائدہ جس سے خود کو کوئی فائدہ نہ پہنچے، سکون و مسرّت کے لمحات سے محروم ہو جائے، کھانا تو اللہ نے دیا لیکن اسے کھانے نہ دیا، دولت تو دی قناعت کی نعمت چھین لی، جسم پر قیمتی کپڑے بھی دیے لیکن دلوں میں آگ لگا دی اور یہ انجام ہے اللہ سے غفلت، اس سے دوری اور اس کے احکام سے مہجوری کا، جس کا ہمیں احساس نہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

سچ فرمایا رب العالمین نے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طہ:124)"اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کرے گا وہ دنیا میں تنگ حال رہے گا اور قیامت کے دن اسے ہم اندھا اٹھائیں گے"۔

6) اللہ کو بھولنے والوں کو اللہ بھی بھلا دیتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سب سے بڑی کامیابی، دائمی عیش و راحت آخرت کی کامیابی اور آخرت کا عیش و آرام ہے اور سب سے بڑا خسارہ اخروی خسارہ ہے۔اب اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے اور اس سے بڑی مار اور کیا کہ اللہ کسی بندے کو قیامت کے دن آخرت میں بھول جائے، اسے یاد نہ کرے، اسے نگاہ رحمت سے نہ دیکھے اور یہ اعلان فرما دے وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (جاثیۃ:34)" آج ہم تمہیں اس طرح بھول جائیں گے جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا"۔

ظاہر ہے یہ عذاب مکافات عمل کے باب سے ہے جب اس نے اللہ کو بھلا دیا تو وہ کیسے اس دن اسے یاد کرے گا جس دن اس کی بادشاہت ہوگی، ملائکہ، انبیاء اللہ کے سامنے صف لگائے کھڑے ہوں گے، سب کی زبانیں بند ہوں گی اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو بولنے کا یارا نہ ہوگا يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (نبا:38)"جس دن روح الامین اور دیگر فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے، لوگ بات نہیں کریں گے سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے گا اور جو سچّی بات کہے گا"۔اس نے یاد کرنے والے بندوں سے یہ وعدہ کر رکھا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (بقرۃ:152)"پس تم لوگ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کو بھول جانا زہر ہلاہل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اقامت صلاۃ و دیگر فرائض کی ادائیگی، تلاوت قرآن، اذکار و اوراد کے اہتمام اور اس کے محرمات و منہیات سے اجتناب کر کے ان بندوں میں شامل ہوں جو اللہ کو بہت زیادہ یاد رکھتے ہیں۔

یہی کامیابی کا شاہ کلید ہے اور فلاح دارین کا راز و تاج بھی، یہی سکون قلب کا آزمودہ نسخہ بھی ہے اور مختلف شعبہائے زندگی میں زندگی و تابندگی کا ضامن بھی اور یہی شیطانی ہتھکنڈوں اور دین و ایمان کے رہزنوں سے محفوظ رہنے کا مضبوط قلعہ بھی ہے اور زندگی کی الجھنوں، غم و الم کے مہیب سائے میں پیام مسرّت اور مضبوط سہارا بھی۔

# عید کے چند اہم احکام ومسائل

آصف تنویر تیمی
جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

سال میں دو دن مسلمانانِ عالم کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے۔ایک عید الفطر اور دوسرا دن عید الاضحیٰ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جب مدینہ ہجرت کرکے پہنچے تو وہاں یہودیوں کو عاشورا کے دن خوشی مناتے دیکھا،تو آپ نے مسلمانوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: اللہ تعالی نے تمہیں اس (عاشورا) کے بدلے سال میں دو دن عید(خوشی منانے) کے دیئے ہیں۔پہلا عید الفطر،اور دوسرا عید الاضحیٰ۔اس وقت سے آج تک دنیا کے سارے مسلمان دونوں دن خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

عید صرف کھانے پینے اور نیا لباس پہننے کا نام نہیں ہے،جیسا کہ دیگر قوموں میں عید کا تصور ہے۔اسلام میں عید کا فلسفہ دیگر قوموں سے بالکل مختلف ہے۔عید ایک اسلامی شعار ہے۔دنیا کے سارے مسلمان اس دن بصد شوق اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔شوال کا چاند نظر آتے ہی پوری فضا تکبیر وتحمید سے معطر ہوجاتی ہے۔صبح وسویرے دنیا میں بسنے والا ہر مسلمان اپنے امام کی اقتدا میں دوگانہ ادا کرتا ہے۔ہر مسلمان اس دن اعلی اسلامی تہذیب وتمدن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔مسلمانوں کی عید سراپا خیر وبھلائی اور اخوت وبھائی چارگی کی علامت ہوتی ہے۔اتحاد واتفاق اس کا عنوان اور ملک وملت کی سالمیت اس کا خوش کن نعرہ ہوتا ہے۔عید دراصل رب ذوالجلال کا اپنے بندوں کے لئے بڑا انعام ہے۔اس دن اللہ تعالی اپنے بندوں کا امتحان بھی لیتا ہے کہ خوش حال بندے اپنے پریشان حال بھائیوں کا کتنا خیال رکھتے اور ان کی کتنی غم خواری کرتے ہیں۔عید سے منسلک ایک عظیم مالی عبادت فطرہ ہے جس کی فرضیت کا مقصد ہی غریبوں کو عید کی خوشی عطا کرنا ہے۔اگر کوئی عید میں اپنا خیال رکھے،اپنے غریب پڑوسیوں اور ہمسایوں کو فراموش کرجائے تو ایسا بدنصیب آدمی عید کی حقیقی لذت کو نہیں پاسکتا۔اصل خوشی دوسروں کو خوش کرنے میں ہے،تمام تر مسرت وشادمانی کے اسباب کو اپنے لئے جمع کرنا کوئی کمال نہیں۔

عید کی مناسبت سے ہمیں شرعی احکام ومسائل کو جاننے کی بھی کوشش کرنی چاہئے،تاکہ ہم اس کے مطابق عمل کرسکیں،نیز سنت نبوی کے رنگ میں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ رنگ سکیں۔

**عیدین کی مشروعیت کی حکمت:** تمام اقوام عالم کا ایک دن ایسا ہوتا ہے جس دن وہ زیب وزینت اختیار کرتے اور اپنی خوشی کا اظہار کرنے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔چنانچہ اسلام نے بھی اپنے ماننے والے کو ایسے مسرت وشادمانی کے دو دن عطا کئے ہیں۔دیگر اقوام اور مسلمانوں کی عید میں فرق یہ ہے کہ دیگر لوگوں نے اپنی خوشی کے دن خود بنائے ہیں جبکہ مسلمانوں کو یے دن اللہ تعالی نے دیئے ہیں۔انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے اسلام سے قبل دو دنوں کو کھیل کود کے لئے خاص کررکھا تھا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"میں جب آیا تھا تو تم لوگ جاہلیت میں دو دن کھیلا کرتے تھے،اب اللہ تعالی نے دو دنوں کو اس سے بہتر دو دنوں سے بدل دیا ہے،ایک قربانی کا دن اور دوسرا (عید)الفطر"۔(سنن ابوداود،۱۱۳۴صحہ الألبانی)

یہ دونوں عید اسلام کے دو عظیم رکن کے بعد منائی جاتی ہے۔قربانی کا دن حج کے فریضہ کی ادائیگی کے بعد منایا جاتا ہے جبکہ عید الفطر روزہ کی تکمیل کے بعد ادا کی جاتی ہے۔دونوں دنوں میں اللہ تعالی حجاج کرام اور روزہ داروں کو بخشتا اور اپنی بے پایا رحمت سے انہیں ڈھانپ لیتا ہے۔

**عیدین کی نماز کا حکم:** عیدین کی نماز کے حکم سے متعلق فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک واجب کفائی،بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ اور بعض کے نزدیک واجب عینی ہے۔لیکن دلائل کی بنیاد پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عیدین کی نماز ہر مسلمان پر واجب ہے۔یہی قول امام ابوحنیفہ،بعض مالکیہ،اور امام شافعی وامام احمد رحمہم اللہ کی ایک روایت ہے،اسی قول کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔ان لوگوں نے اپنی رائے کی تائید میں قرآن کریم کی آیت ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر:۲) پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ اور ﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ ﴾ (البقرۃ:۱۸۵) "اور اللہ تعالی نے جو ہدایت دی ہے اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرے" سے استدلال کیا ہے۔ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم،تمام خلفاء اور دنیا کے تمام مسلمان بلا ناغہ عیدین کی نماز پڑھتے رہے۔عیدین کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپاک عورتوں کو بھی گھروں سے نکلنے کی تاکید کی تاکہ وہ مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوسکیں۔عیدین اسلام کی بڑی نشانی ہے چنانچہ جمعہ کی طرح واجب ہے۔

**عیدین کی نماز کا وقت:** سورج جب ایک نیزہ کے برابر آسمان میں بلند ہوجائے تو عیدین کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور سورج زائل ہونے کے بعد اس کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:"وہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے نکلے تو نماز میں تاخیر کرنے کی وجہ سے امام پر ناراض ہوئے اور کہا: ہم لوگ اس وقت تک نماز سے فارغ ہوجایا کرتے تھے"۔سنن ابوداود۱۱۳۵، صحہ الألبانی)عید الاضحیٰ کی نماز اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے تاکہ اس کے بعد مسلمان قربانی وغیرہ سے جلدی سے فراغت حاصل کرلیں،عید الاضحیٰ کی بہ نسبت

عیدالفطر کی نماز میں تھوڑی تاخیر مستحب ہے تاکہ لوگ زکاۃ الفطر کی ادائیگی کرسکیں۔

**عید کی نماز کا وقت نکل جائے تو کیا کریں:** اتنی بات ذہن میں رہنی ضروری ہے کہ بلا عذر کے عیدین کی نماز میں تاخیر درست نہیں ہے، اگر کوئی جان بوجھ کر عیدین کی نماز کو بے وقت پڑھتا ہے تو وہ گنہگار ہے لیکن کبھی ایسا ہو کہ عیدین کی چاند کی خبر عید کے دن زوال کے بعد لگے تو ایسی صورت میں عیدین کی نماز کو بلا اختلاف اگلے دن زوال سے قبل تک پڑھنا جائز ہے، اور اس قسم کا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رونما ہو چکا ہے۔(ملاحظہ کریں: سنن ابوداود، حدیث نمبر:۱۱۵۷، علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے) اگر کوئی شخص عیدالفطر کی نماز کو بلا کسی عذر کے تاخیر کرے یہاں تک کہ زوال کا وقت ہو جائے تو پھر کسی بھی طور بعض علماء کے نزدیک اس کی قضاء ممکن نہیں ہے۔ برعکس عیدالاضحیٰ کی نماز کے اس کی قضاء تیرہ ذی الحجہ تک کرسکتے ہیں، لیکن بلا عذر ٹال مٹول کرتا ہے تو ایسی صورت میں گنہگار ہوگا۔ عیدین کی نماز وقت پر ہو جائے لیکن بعض لوگوں کی نماز چھوٹ جائے تو بعض فقہاء ایسے لوگوں کے لئے قضاء کو مشروع قرار دیتے ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ عیدین کی نماز ایک خاص وقت اور ایک خاص ہیئت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اس لئے اس کی قضاء جائز نہیں۔ لیکن مذکورہ احوال میں بہتر یہ ہے کہ اگر کسی کی نماز عیدین عذر کی بنا پر چھوٹ جائے تو وہ اگلے دن ادا کر لے، اگر بلا عذر کے چھوٹی ہو تو اس کی قضاء درست نہیں۔

**عید کی جگہ:** عیدین کی نماز کے حوالے سے مسنون یہ ہے کہ یہ کسی دور دراز چٹیل میدان میں پڑھی جائے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں (مسجد چھوڑ کر کسی خاص) نماز کی جگہ نکلتے تھے، اور سب سے پہلے نماز ادا کرتے تھے''۔(صحیح بخاری، ۹۵۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تمام ترفضیلت کے باوجود عیدین کی نماز اس میں نہیں پڑھتے تھے، لیکن بارش یا بیمار اور ضعیف لوگوں کے لئے مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنا درست ہے۔ عیدین کی نماز کا اصل مقصد مسلمانوں کی اجتماعیت اور یکجہتی ہے۔ اس لئے بلا ضرورت کے عیدین کی نماز کو مختلف ٹولیوں اور جماعتوں میں پڑھنا درست نہیں ہے۔ جو لوگ معمولی ذاتی اختلاف کی وجہ سے عیدین کی نماز کو مختلف جگہوں اور مختلف وقتوں میں پڑھتے ہیں ان کو ہوش کا ناخن لینا چاہئے، اور سنت کی اتباع کرتے ہوئے اجتماعیت کو بحال کرنے کی پوری جدوجہد کرنی چاہئے۔

**عیدگاہ جانے کے آداب: (۱) عیدگاہ جانے سے قبل غسل کرنا مسنون ہے:** نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''(ابن عمرؓ) عید کی صبح عیدگاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے''۔(موطا امام مالک، ۴۲۶، سندہ صحیح) علی رضی اللہ عنہ سے جب غسل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے: ''جمعہ، عرفہ، عیدالاضحیٰ اور عید الفطر'' کے دن نہانے کا ذکر کیا۔(مسند الشافعی، ۱۱۴، سندہ صحیح)

**(۲) اچھا لباس و پوشاک زیب تن کرنا:** عید کے دن اچھا لباس و پوشاک پہننا مسنون ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے'' عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک مخملی چوغہ بازار سے لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اسے خرید لیں تاکہ عید اور وفود کی آمد کی مناسبت سے استعمال کریں''۔(صحیح بخاری، ۸۸۶) اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے مابین عید کے موقع پر اچھا کپڑا استعمال کرنا رائج تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن سرخ چادر اوڑھا کرتے تھے''۔(سلسلہ صحیحہ، ۱۲۷۹)

**(۳) عیدالفطر میں کچھ کھا کر عیدگاہ نکلنا:** انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر میں بلا چند کھجور کھائے نہیں جاتے تھے''۔(صحیح بخاری، ۹۵۳) بریدہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید میں بلا کھائے نہیں نکلتے تھے اور بقرعید میں بلا عیدگاہ سے واپس آئے کچھ نہیں کھاتے تھے، قربانی کا گوشت تناول کیا کرتے تھے''۔(جامع ترمذی، ۵۴۲، سندہ صحیح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید میں اس لئے کھا کر جاتے تھے تاکہ کسی کو اس دن روزہ کا گمان نہ ہو اور بقرعید میں کھانے میں تاخیر کرتے تاکہ قربانی کے گوشت ہی سے اس دن کے کھانے کا آغاز کریں۔

**(۴) عیدین میں گھر سے نکلنے کے بعد مسلسل تکبیر پڑھنا:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں گھر سے عیدگاہ جانے تک بلکہ نماز سے فارغ ہونے تک تکبیر پڑھتے رہتے۔ عیدین کی نماز کے ادا کرنے کے بعد تکبیر کا یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے موقع پر فضل بن عباس، عبداللہ بن عباس، عباس بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب، جعفر بن ابی طالب، حسن بن علی، حسین بن علی، اسامہ بن زید، زید بن حارثہ، ایمن اور ام ایمن رضی اللہ عنہم کے ساتھ نکلتے اور عیدگاہ تک تیز آواز میں تکبیر وتہلیل بلند کرتے رہتے''۔(البیہقی ۳/۲۷۹، حسنہ الألبانی فی الارواء) اس اعتبار سے ہر شخص کا انفرادی اور اجتماعی طور پر عیدگاہ پہنچنے تک تکبیر بہ آواز بلند پڑھنا مسنون ہے۔

**(۵) تکبیر عیدین کے کلمات:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ تکبیر کا کوئی خاص صیغہ مروی نہیں ہے لیکن عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ'' الله اكبر الله اكبر، لا اله الا الله، والله اكبر الله اكبر ولله الحمد'' پڑھا کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۶۸، سندہ صحیح) اور عبداللہ بن عباسؓ: '' الله اكبر الله اكبر، الله اكبر ولله الحمد، الله اكبر وأجل، الله أكبر علي ما هدانا'' جیسے الفاظ کا ورد کیا کرتے تھے۔(سنن البیہقی ۳/۳۱۵، سندہ صحیح) عید الاضحیٰ کی تکبیر کا مسنون وقت یوم عرفہ کی صبح سے ۱۳/ذی الحجہ تک ہے۔ بعض لوگ صرف نماز کے بعد تکبیر پڑھتے ہیں جو کہ بے بنیاد ہے جبکہ صحابہ سے مطلق تمام وقتوں میں تکبیر کا پڑھنا ثابت ہے۔

**(۶) عورتوں کا عیدگاہ جانا:** ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر ان کمسن، جوان اور ان

عورتوں کو بھی نکالنے کا حکم دیا جو حالت حیض سے ہوں لیکن یہ تاکید فرمائی کہ حیض والی عورتیں مصلی سے دور رہیں، اور صرف مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کوئی ایسی بھی ہوتی ہے جس کے پاس دوپٹہ نہیں ہوتا تو آپ نے کہا: کوئی دوسری (مسلمان) بہن اس کا انتظام کردے‘‘۔ (صحیح بخاری، ۹۷۱)

جو عورتیں عیدگاہ جائیں ان کے لئے ضروری ہے کہ خوشبو اور زینت کا استعمال نہ کرے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جب بچوں کے عیدگاہ جانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا: اگر میں بچہ نہیں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کا موقع بھی نہیں ملتا۔ گویا بچے بھی عہد نبوی میں عیدگاہ جاتے تھے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ عید میں بچوں کی شمولیت کی حالت میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو ان کو سنبھال سکیں تاکہ وہ شور وغل کرنے سے باز رہیں۔

**(۷) عید آتے جاتے راستہ بدلنا:** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے موقع پر راستہ بدلا کرتے تھے‘‘۔ (صحیح بخاری، ۹۸۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے لئے نکلتے تو اس راستہ سے واپس نہیں ہوتے جس راستے سے آپ گئے نہ ہوتے‘‘۔ (سنن ابن ماجہ، ۱۳۰۱، سندہ صحیح) ان دونوں روایت کی بنیاد پر اہل علم نے عید جانے اور آنے میں راستہ تبدیل کرنے کو مسنون قرار دیا ہے۔

**(۸) پیدل عیدگاہ جانا:** علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ’’سنت یہ ہے کہ آدمی پیدل ہی عیدگاہ جائے‘‘۔ (جامع ترمذی، ۱/۱۶۴، سندہ حسن) اس حدیث کی تائید ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل عیدگاہ جاتے اور پیدل ہی واپس ہوتے‘‘۔ (صحیح ابن ماجہ، ۱۰۷۱) لیکن اگر کوئی مریض یا عیدگاہ دور ہو تو آدمی سواری کا استعمال کرسکتا ہے۔

**(۹) جلدی عیدگاہ جانا:** فجر کی نماز پڑھنے کے بعد عیدگاہ جانا اور امام عید کی آمد تک تکبیر پڑھتے رہنا مسنون عمل ہے۔

**(۱۰) عیدین کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی سنت نماز نہیں:** ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز پڑھی لیکن اس سے قبل اور بعد میں کوئی سنت نماز ادا نہیں کی‘‘۔ (صحیح بخاری، ۹۸۹) معروف عالم دین امام ابن العربی کہتے ہیں: اگر کسی قسم کی نفلی نماز عیدگاہ میں جائز ہوتی تو ضرور ہم تک پہنچتی۔

**(۱۱) عید کی نماز کے لئے اذان ہے نہ اقامت:** ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ’’عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں اذان دی جاتی تھی نہ اقامت‘‘۔ (صحیح بخاری، ۹۶۰) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ’’میں نے عیدین کی ایک سے زائد مرتبہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلا اذان اور اقامت کے پڑھی‘‘۔ (صحیح مسلم، ۸۸۷) امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ پہنچتے اور بلا اذان اور اقامت کے نماز شروع کردیتے، اس اعتبار سے عیدین کے لئے کسی قسم کا اعلان بدعت میں داخل ہے‘‘۔

**(۱۲) عید کی نماز کا طریقہ:** عید کی نماز دو رکعت ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ’’سفر کی نماز، عید کی نماز اور بقرعید کی نماز دو دو رکعت ہے‘‘۔ (سنن النسائی، وسندہ صحیح) پہلی رکعت کی ابتداء دیگر نمازوں کی طرح تکبیر تحریمہ سے شروع ہوگی۔ پھر اس کے بعد سورہ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں کہی جائیں گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبیرات عید میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے مگر ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر تکبیر پر ہاتھ اٹھایا کرتے تھے‘‘۔ (زاد المعاد ۱/۴۴۱) تکبیرات عید کے بعد سورہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کی تلاوت کی جائے گی۔ بہتر ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد سورہ (ق) پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں (اقتربت الساعة وانشق القمر) ایسے ہی پہلی رکعت میں (سبح اسم ربک الأعلی) اور دوسری میں (هل أتاک حدیث الغاشیة) پڑھنا مستحب ہے۔ قیام کے بعد نماز کی ہیئت کو معتاد طریقہ سے پورا کرے، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوجائے۔ دوسری رکعت کے آغاز میں تکبیر انتقال کے علاوہ پانچ زائد تکبیریں کہے گا۔ پھر سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت کا اضافہ کرے گا، پھر اخیر میں نماز مکمل کرنے کے بعد سلام پھیر دے گا۔

**(۱۳) عید کی نماز کے بعد خطبہ:** عیدین سنت کا طریقہ یہ ہے کہ امام نماز عید کے بعد بلا منبر کے زمین پر کھڑا ہوکر ایک خطبہ دے۔ وہ احادیث جن میں دو خطبہ کا ذکر ہے ضعیف ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ’’میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر میں شریک ہوا، سارے خطبہ سے قبل نماز پڑھا کرتے تھے‘‘۔ (صحیح بخاری، ۹۶۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے قبل ادا کیا کرتے تھے‘‘۔ (صحیح بخاری، ۸۸۸) اسی معنی کی روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جب مروان بن حکم نے اپنے عہد میں خطبہ کو نماز پر مقدم کرنے اور منبر کا استعمال کرنے کی کوشش کی تو موجود صحابہ نے سخت گرفت کی بلکہ صحابہ نے منبر سے اتار دیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سنن ابوداود، ۱۱۵۵)

**(۱۴) عیدین پر مبارک بادی:** شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: عید کے موقع پر ایک دوسرے کو مبارک بادی پیش کرنا، ’’اللہ ہمارے اور تمہارے اعمال کو قبول فرمائے‘‘ جیسے الفاظ کا استعمال کرنا بعض صحابہ سے ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس کی رخصت دی ہے۔ ان کا کہنا ہے میں اس کی شروعات نہیں کرتا مگر جب کوئی مجھے مبارک بادی دیتا ہے تو اس کا جواب دیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عید کے موقع پر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو مبارک بادی دینا اچھے اخلاق میں شامل ہے، اس سے آپس میں محبت والفت کو فروغ ملتا ہے اس لئے اس کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

☆☆

۱-پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد۔ایک چپکائیں ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲-چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

دفتر
# مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۴۱۱۶،اہل حدیث منزل،اردو بازار،جامع مسجد،دہلی-۶
فون:۲۳۲۷۳۴۰۷

## مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

فارم درخواست مقابلۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم
سال:۱۴۴۳ھ-۲۰۲۲ء

**(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)**

نام:..........ولدیت:..........لقب:..........پیشہ:..........

مقام عمل:..........تاریخ پیدائش:(تاریخ،مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:..........لفظوں میں:..........

مسلکہ تعلیمی اسناد:..........مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):..........

فون:..........مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):..........فون:..........

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام و پتہ:..........

(تصدیق نامہ،تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط و مہر کے ساتھ منسلک کریں)..........

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:..........

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:..........

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:

| | | |
|---|---|---|
| ۱:-مکمل حفظ قرآن | ۲:-بیس پارے | ۳:-دس پارے |
| ۴:-پانچ پارے | ۵:-ناظرہ قرآن کامل | ۶:-ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان |

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:..........

آپ کس اصولِ قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری(منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)..........

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازماً منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:..........

**اقرارنامہ:**

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:..........دستخط:..........تاریخ:..........

**تصدیق نامہ** (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:..........منصب:..........تصدیق کنندہ کے دستخط:..........تاریخ:..........

## برائے دفتری امور

۱-یہ درخواست مؤرخہ..........کو موصول ہوئی۔

وصول کنندہ کے دستخط:..........

۲-برائے زمرہ:..........۳-درخواست منظور/نامنظور:..........

۴-نامنظوری کی وجہ:..........

دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:..........

**ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے**

**مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام اپنی نوعیت کا منفرد**

# انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

**بتاریخ 11-12 جون 2022 بمطابق 11-12 ذی القعدہ 1443ھ بروز ہفتہ، اتوار**

**بمقام: D-254، اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، نیو دہلی، 25**

**رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 6 جون 2022ء**

## اغراض ومقاصد

☆مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پرعمل پیراہونے کی ترغیب دینا☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پرفکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا☆

☆مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆امت کوکتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاوآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا☆

☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پرمزید توجہ کی راہ ہموار کرنا☆

## خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ●

● ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادرونایاب موقعہ

## مقابلے کے زمرے

| | |
|---|---|
| اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت | دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت |
| سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت | چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت |
| پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت | ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان |

**ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۱۱؍جون ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔** ☆امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ایک قاری کوصرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

**اہم وضاحت:** اگرکسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

## شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے چار روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

☆ زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں حفظ کررہے طلبہ کو شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

**ان شاء اللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے**
**نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔**

## عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم بذات خود ڈاک ٹکٹ بھیج کر دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع چار روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۶۰ روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کرکے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

**ملاحظہ:** اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہرروز (علاوہ اتوار) شام ۴/بجے سے ۶/بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

درخواست فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org پر دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

**مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی**

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

# نوافل کی اہمیت اور شش عیدی روزے

مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی

اسلامی شریعت میں عبادات دو طرح کے ہیں جسے اہل ایمان انجام دیتے ہیں۔ ان میں ایک وہ عبادت ہے جس کا کرنا ہر بالغ وعاقل مسلمان پر ضروری ہے۔ جسے اصطلاح شرع میں فرض اور واجب کہا جاتا ہے۔ دوسری وہ عبادت ہے جس کا کرنا ضروری تو نہیں، البتہ اس کی ادائیگی اجر وثواب کی بڑھوتری اور فرائض کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اسے اصطلاح میں تطوع، رواتب اور سنن ونوافل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فقہاء نے تطوع کا اطلاق تمام نفل عبادات پر کیا ہے خواہ وہ صلاۃ ہو، صدقہ ہو، صوم ہو یا حج، ان نفلی اعمال سے ثواب حاصل ہوتا ہے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ حسنات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فمن تطوع خيرا فهو خير له یعنی فرائض وواجبات سے زائد طاعت کے اعمال آدمی کے لئے بہتر ہیں۔

**نوافل کی مشروعیت:** کلمہ توحید ورسالت کی شہادت واقرار کے بعد صلاۃ (نماز) اسلام کا سب سے اہم رکن ہے جو بندے پر پانچ وقت فرض ہے۔ اس کا عمداً تارک سخت وعید کا مستحق ہے۔ من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر (ابن ماجه ٤٠٣٤)

اس فریضہ کے سوا دیگر نوافل بھی مشروع ہیں۔ جن کے مختلف انواع واقسام ہیں۔ ان میں سے بعض صلوات خمسہ ومفروضہ کے تابع اور اس سے ملحق ہیں جنھیں سنن رواتب اور نوافل فرائض میں کمی کی تلافی اور نقصان کا جبران کرتی ہیں، اسی طرح فرائض کی کما حقہ ادائیگی کی تشویق اور حضور قلب نیز خشوع صلاۃ کا ذریعہ وموجب ہوتی ہیں۔ جیسا کہ سنن کی ایک روایت میں منقول ہے کہ ”بروز قیامت بندوں کے اعمال میں سب سے پہلے اس کی نماز کی پرسش ہوگی، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے۔ دیکھو میرے بندے کی نماز کامل ہے یا ناقص، اگر تمام ہوگی تو تمام اور کامل لکھ دی جائے گی اور اگر نقص ہوگا تو پھر اللہ جل شانہ فرشتوں سے فرمائیں گے۔ دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ تطوع اور نوافل بھی ہیں، اگر نوافل ہوں تو اس کے فرائض کے نقص وکمی کو نوافل سے مکمل کردو، پھر زکوۃ اور اسی طرح دیگر اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۸۶۶-۸۶۴ وسنن الدارمی ۱۳۹۵)

**نوافل کے فوائد:** مذکورہ حدیث سے نفلی صلوات کی مشروعیت اور اس کے فوائد کا اشارہ ملتا ہے اسی طرح ان نوافل کے بعض دیگر فوائد بھی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ یوں ملتے ہیں۔

☆ان نوافل سے بروز قیامت فرائض کی کمی کا انجبار اور اس کی تکمیل کی جائے گی۔

☆ کثرت سجود جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ورفاقت کا ذریعہ ہیں۔ فاعني على نفسك بكثرة السجود

☆ یہ نفلی عبادات دخول جنت، رفع درجات اور حط خطیئات یعنی گناہوں کی کٹوتی ومعافی کا ذریعہ ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عليك بكثرة السجود لله، فانك لا تسجد لله سجدة الا رفعك الله بها درجة وحط عنك خطيئة (صحیح مسلم: حدیث ۴۸۹-۴۸۸)

☆ یہ نوافل تقرب الٰہی اور محبت الٰہی کا سبب وذریعہ ہیں: حدیث قدسی ہے۔ ما يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل حتى أحبه الحديث (بخاری ٦٥٠٢)

تاہم اگر کوئی شخص صدق دل سے فرائض پر عمل کرے یعنی صلوات خمسہ کی پابندی کرلے، ماہ رمضان کے صوم کا اہتمام اور زکوٰۃ مفروضہ کا التزام کرلے تو یہ اعمال اس کی فلاح وکامرانی کا ضامن، اور نجات وکامیابی کے لئے کافی ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے اسلام کی بابت استفسار اور اس کے عزم واقرار ”والله لا أزيد على هذا ولا أنقص“ کے جواب میں فرمایا ”أفلح ان صدق“ (متفق علیہ)

مذکورہ حدیث اس امر کی توثیق کرتی ہے کہ فرائض کے سوا تطوع ونوافل بھی ہیں جن کی ادائیگی کا حکم استحبابی ہے مگر فوائد سے بھرپور ہے۔

**نفلی صیام:** صلاۃ کی طرح صیام بھی دین اسلام کی ایک عظیم عبادت ہے۔ جو بے شمار دینی ودنیوی فوائد کا حامل ہے بظاہر یہ ایک قابل مشقت عبادت ہے لیکن حقیقت میں اپنے مقاصد اور نتائج کے لحاظ سے دنیا میں موجب راحت اور آخرت میں باعث رحمت ہے۔ صوم رضائے الٰہی کا موجب اور حصول تقوی کا ذریعہ ہے نیز صحت وراحت کا خزینہ ہے ”صوموا تصحوا“ حدیث ضعیف ہے (ضعیف الجامع للالبانی: ۳۵۰۴)

نفلی صوم کی فضیلت میں بھی احادیث وارد ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”كل عمل ابن آدم له، يضاعف له الحسنة بعشر أمثالها الى سبع مائة ضعف، قال الله تعالى: الا الصوم فانه لى وأنا اجزى به يدع طعامه وشرابه وشهوته من اجلى بنی آدم کے ہر عمل کا ثواب اس کے لئے ہے

،نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سوائے صوم کے کیونکہ وہ میرے لئے ہے اوراس کی جزاء میں دوں گا بندہ اپنا طعام وشراب اور اپنی شہوات وخواہشات محض میرے لئے ترک کرتا ہے۔(صحیح مسلم:۱۱۵۱)

صوم کو یہ فضیلت وبرتری اس لئے حاصل ہے کہ صیام اور بندے کے درمیان ایک ایسا سراور راز ہے جس سے اللہ کے سوا کوئی اور مطلع وواقف نہیں۔

اس دینی ودنیوی فوائد کے پیش نظر ماہ رمضان کے فرض روزوں کے سوا سال کے دیگر ماہ وایام میں نفلی روزوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہتمام فرماتے تھے اور امت کو اس کی تلقین وترغیب دیتے تھے۔ بالخصوص ماہ شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزہ رکھتے تھے، اسی طرح ہفتہ میں سوموار اور جمعرات کو آپ صوم رکھتے اس کی وجہ بھی آپ نے بیان فرمائی، سوموار کے دن میری ولادت ہوئی، میری بعثت اور وحی کا آغاز بھی اسی دن سے ہوا (صحیح مسلم: ۱۱۶۲۰) ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ ان دودنوں میں رب تعالی کے حضور اعمال پیش کئے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل کی پیشی میرے روزہ کی حالت میں ہو (ترمذی: ۷۴۷) اسی طرح ہر ماہ تین دن کے صوم کو صوم الدہر سے تعبیر فرمایا، صحابہ کرام کو اس کی تلقین اور وصیت فرمائی، صوم یوم عرفہ، صوم یوم عاشوراء اور صوم شوال کے فضائل کتب احادیث میں صحیح سندوں سے منقول ہیں اور امت کے لوگوں کا عمل بھی اس پر جاری ہے۔

**صوم شوال کی مشروعیت:** ان ہی نفلی صیام میں سے ماہ شوال کے چھ دن کے صوم بھی ہیں جنھیں شش عیدی روزے سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر رواه مسلم عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه (صحیح مسلم ۱۱۶۴۔۱۱۶۲)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ماہ رمضان کا صوم رکھا پھر اس کے بعد شوال کے چھ صوم (روزے) رکھے، اس کو عمر بھر یا سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔یعنی جس کا یہ مستقل معمول ہوجائے کہ وہ ہر سال یہ روزہ رکھا کرے تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے پوری زندگی روزوں کے ساتھ گذاری، وہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہوگا۔

**چھ روزوں کی تخصیص اور اس کی حکمت:** ماہ شوال کے ان چھ روزوں کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سب سے بہتر نفل اور تطوع وہ ہے جو رمضان سے پہلے یا بعد میں اس سے قریب تر ہو، رمضان سے قریب ہونے کی وجہ سے انھیں رمضان کے روزوں کے ساتھ ملادیا گیا، اور فرائض سے پہلے اور بعد والی رواتب کا درجہ ومقام دیا گیا۔لہٰذا افضلیت میں یہ فرائض کے ساتھ ملادی گئیں، یہ فرائض کی کمی پوری کرنے والی ہوں گی اسی طرح رمضان سے قبل اور بعد میں صوم رکھنا اسی طرح افضل ہے جس طرح فرض صلاۃ کے پہلے اور بعد والی سنتیں مطلق نوافل سے بہتر ہیں۔(لطائف المعارف)

ٹھیک اسی طرح کی باتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں کہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ: ان چھ روزوں کی مشروعیت کا راز یہ ہے کہ جس طرح نماز کے سنن ونوافل ہیں جن سے نماز کا فائدہ مکمل ہوتا ہے اسی طرح یہ چھ روزے بھی روزوں کے سنن ونوافل کے قائم مقام ہیں۔(حجۃ اللہ البالغہ:۲/۱۷۶ ماخوذ از محدث ڈاٹ کام)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ رمضان کے روزوں کے حقوق وواجبات میں کچھ نہ کچھ کوتاہی وکمی ہوجاتی ہے اس لئے شوال کے چھ روزے مستحب قرار دئے گئے تاکہ ان کی تلافی ہوسکے۔گویا یہی روزے فرض نمازوں کے بعد والی سنتوں کے قائم مقام ہیں جو نمازوں میں واقع کمی وکوتاہی کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہ شوال ہی کے ساتھ ان چھ روزوں کی تخصیص کا فائدہ کیا ہے۔(تہذیب السنن:۳/۳۱۶)

**صرف چھ روزے ہی کیوں؟** شوال کے ان چھ روزوں کی تعداد صرف چھ ہی کیوں ہے۔اس بابت وضاحت حدیث کے الفاظ سے ہوجاتی ہے۔ عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: من صام ستة أيام بعد الفطر كان تمام السنة من جاء بالحسنة فله عشرامثالها (ابن ماجه:۱۷۱۵)

حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ہے۔یعنی ایک روزہ دس روزہ کے برابر، اس لحاظ سے رمضان کے تیس روزے کے ساتھ شوال کے چھ روزے ملالئے جائیں تو کل چھتیس روزے ہوئے پھر ان میں ہر ایک روزے کو دس سے ضرب کردیا جائے تو چھتیس روزے تین سو ساٹھ روزوں کے برابر ہوجائیں گے۔اور چونکہ عربی واسلامی سال کم وبیش تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں، لہٰذا مذکورہ روزے پورے سال کے روزوں کے برابر ہوئے۔

اس وضاحت کی تائید ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ”من جاء بالحسنة فله عشرامثالها، فثلاثين بثلاثمائة، وستة بستين، وقد صام السنة“ سے بھی ہوتی ہے۔نیز سنن نسائی کے الفاظ ”صيام رمضان بعشرة أشهر وصيام ستة أيام بشهرين، فذلك صيام سنة“ سے بھی اسی کی وضاحت ہوتی ہے۔ دیکھیں (مختصر سنن ابی داؤد مع تہذیب السنن ۳/۳۱۶) یعنی

رمضان کے روزے دس مہینوں کے برابر ہیں اس کے بعد چھ روزے دو ماہ کے برابر اس طرح پورے سال کے روزے ہوئے۔

**صیام شوال کب اور کیسے؟** حدیث شریف میں شوال کے چھ روزوں کے رکھنے کی فضیلت مطلق طور پر وارد ہوئی ہے۔عید کے بعد فوراً رکھنے یا مسلسل رکھنے جیسی کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔لہٰذا یہ روزے مسلسل ایک ساتھ رکھے جائیں یا ناغہ کرکے الگ الگ رکھے جائیں، ابتداء ماہ شوال میں یا مہینے کے آخری ایام میں ہر طرح کا توسع ہے اور جائز ہے۔عید کے فوراً بعد رکھنا ضروری نہیں۔ ماہ شوال میں آدمی اپنی سہولت کے مطابق یہ روزہ ناغہ کرکے یا تسلسل کے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

تاہم بعض اہل علم نے عید کے بعد ان روزوں کو پہلی فرصت میں رکھنے کو مستحب کہا ہے اور اس کی وجہ کچھ یوں بیان کی ہیں۔

۱-خیر اور بھلائی کے کام میں مسارعت اور پہل ہونی چاہیے۔

۲-خیر اور اچھے کام کی طرف سبقت ومسارعت صوم وطاعت سے رغبت کی دلیل ہے۔

۳-صوم موخر کرنے سے کوئی چیز مانع ہوسکتی ہے جس کے سبب اس خیر وثواب سے محروم ہوسکتا ہے۔

۴-شوال کے ان چھ روزوں کی حیثیت رمضان کے بعد فرائض کے رواتب بعدیہ کی سی ہے۔

ویسے یہ بات مسلم ہے کہ اس صوم کا ثواب حاصل ہوگا۔خواہ مسلسل رکھا جائے یا متفرق، پورے شوال میں رکھا جائے۔(افادات توضیح الاحکام ۱۹۲/۳)

واضح رہے یہ روزے فرض وواجب نہیں ہیں بلکہ مسنون ومستحب ہیں۔بعض روایات جن میں تسلسل سے روزہ رکھنے کی قید ہے وہ تمام روایات ضعیف ہیں۔ دیکھیں (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۳۹۱/۱۰، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ح:۵۱۸۹)

**صیام شوال یا قضاء رمضان؟** اگر شرعی عذر، بیماری، سفر، حیض ونفاس وغیرہ کی بنا پر کسی کے رمضان کے کچھ روزے رہ گئے ہوں تو سب سے پہلے اس پر رمضان کے روزوں کی قضا ضروری ہے۔کیونکہ صوم رمضان فرض ہے اور فرض نفل سے اہم اور مقدم ہے جبکہ نفل صرف مستحب ومسنون ہے۔لہٰذا پہلے رمضان کی قضا کرے اور پھر شوال کے روزے رکھے۔شوال کے روزے کی فضیلت پر مشتمل حدیث کے الفاظ میں یہ صراحت ہے”من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر“ یعنی رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو پورا سال روزہ رکھنے کی طرح ہے۔

فقہی اعتبار سے ائمہ ثلاثہ (مالک، ابوحنیفہ، شافعی رحمہم اللہ) صوم واجب کے ہوتے ہوئے صوم تطوع کے جواز اور درست ہونے کے قائل ہیں۔البتہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اسے درست نہیں مانتے بلکہ فرض کی قضاء کو مقدم سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:”ان الله تعالى لا يقبل تطوعا حتى تؤدى فريضته“ اب اگر کوئی قضاء رمضان سے پہلے شوال کے روزے رکھتا ہے تو اس نے رمضان کی تکمیل سے پہلے روزہ رکھا جبکہ حدیث کے الفاظ واضح ہیں”من صام رمضان ثم اتبعه“ (توضيح الاحكام ٣ / ١٩٤)

ہاں البتہ اگر کوئی شخص رمضان کے روزوں کی قضاء نہ کرسکا، اور مخصوص مؤقت نفلی روزے کے وقت کے نکلنے کا خدشہ ہو تو اس بنیاد پر وہ نفلی روزہ وقت سے رکھ لے اور پھر بعد میں رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضاء کرلے۔تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح اس کے دونوں روزے صحیح ہوں گے۔ان شاء اللہ۔لیکن اگر نفلی روزے رکھے پھر فرض روزوں کی قضاء نہ کی تو اس کا اس پر مواخذہ ہوگا۔

اسی طرح رمضان کے روزوں کی قضاء باقی ہو۔تو ایک ہی نیت سے قضاء رمضان اور شوال کے چھ روزوں کو جمع کرنا درست وصحیح نہیں ہے۔کیونکہ شوال کے روزے مسنون ومستحب ہیں۔ان کی فضیلت ان لوگوں کے لئے ہے جو رمضان کا صوم رکھ چکے ہیں۔

**صوم شوال کی قضاء نہیں:** اگر کوئی شخص کسی عذر کی بنا پر شوال کے چھ روزے نہ رکھ سکا تو وہ ماہ شوال کے علاوہ دیگر ماہ میں ان کی قضا نہیں کرے گا۔کیونکہ یہ روزہ شوال سے ہی متعلق ہے اور یہ مستحب ومسنون ہے۔شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”ولا يشرع قضاء ها بعد انسلاخ شوال لأنها سنة فات محلها سواء تركت لعذر او بغير عذر“ (مجموع فتاوى ١٥ / ٣٨٩)

☆☆☆


## مکتبہ ترجمان کی

### نصابی کتابیں

| | |
|---|---|
| چمن اسلام قاعدہ | 30/- |
| چمن اسلام اول | 24/- |
| چمن اسلام دوم | 30/- |
| چمن اسلام سوم | 30/- |
| چمن اسلام چہارم | 34/- |
| چمن اسلام پنجم | 40/- |
| چمن اسلام مکمل سیٹ | 188/- |

ڈاکٹر محمد یوسف حافظ ابوطلحہ تیمی

# رمضان کے بعد بھی نیکیوں کا سلسلہ جاری رہے

ماہِ رمضان میں ہر ایمان والے کا قدم مغفرتِ الٰہی اور جنت کی طرف رواں دواں ہوتا ہے، گرچہ ہر ایک کی رفتار مختلف ہوتی ہے، کوئی تیز رفتاری کے ساتھ، کوئی میانہ رفتاری کے ساتھ، کوئی قدرے سست رفتاری کے ساتھ، مگر عید کا چاند ہوتے ہی مسلم معاشرے میں ایک عجیب غفلت پیدا ہو جاتی ہے ایسی غفلت جس کے نتیجے میں اچانک مسجدیں ویران سی ہو جاتی ہیں، اللہ کی کتاب جزدان میں لپیٹ کر نہایت محفوظ جگہ رکھ دی جاتی ہے، اور اس کی تعلیمات بھی عملی زندگی سے غائب ہو جاتی ہیں، نیکیوں کی طرف حوصلے کے ساتھ بڑھتے قدم اچانک رک جاتے ہیں، بلکہ بعض گناہوں کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ اللہ کی پناہ!

اسی غفلت کے سلسلے میں چند باتیں یاددہانی اور نصیحت کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں:

پہلی بات: ماہ رمضان مکمل ایک مہینہ دینداری اور تقوی کی ٹریننگ ہے، جس میں ایک روزہ دار بہت کچھ سیکھتا ہے، عبادت کی مشاقی، اللہ کے احکامات کو بجالانے کی مشاقی، حرام اور مکروہ چیزوں سے بچنے کی مشاقی، نفسانی خواہشات پر کنٹرول اور صبر وتحمل کی مشاقی، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی مشاقی وغیرہ وغیرہ۔

اور دنیا کے سارے عقلمندوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ٹریننگ کے بعد ٹرینڈ لوگوں پر ٹریننگ کا اثر ہونا چاہئے، اگر اس کا اثر محسوس نہیں ہوتا ہے تو ایسی ٹریننگ لینے والوں کو دنیا فیلیر مانتی ہے۔

مشاہدہ یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سارے لوگ رمضان کی ایک ماہی ٹریننگ کے بعد عید کا چاند ہوتے ہی فوراً یوٹرن لے لیتے ہیں حتی کہ چاندرات کی نماز عشاء بہت سے لوگ مسجدوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بہت سارے لوگ چاندرات ہی سے ان برائیوں کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں جن کو رمضان میں چھوڑ رکھا تھا۔

اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ رمضان کی ٹریننگ میں مکمل طور پر فیل ہیں۔ اور اس ٹریننگ کا ان کی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہے۔ جبکہ ایسا نہ شرعاً درست ہے نہ عقلاً۔

دوسری بات: یقیناً رمضان میں عبادتوں کا خصوصی اہتمام ہونا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں اور بالخصوص رمضان کے آخری عشرے میں دوسرے اوقات کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ محنت کرتے تھے، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ رمضان کے بعد عبادتوں سے یکسر پلہ جھاڑ لیا جائے، حتی کہ پنج وقتہ فرض نمازوں سے اگلے رمضان کے وعدے پر چھٹی لے لی جائے، یہ کون سا اسلام ہے؟ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کسی بھی حالت میں نہیں چھوڑتے تھے، نہ حضر میں، نہ سفر میں، نہ حالت امن میں، نہ جنگ میں، نہ تندرستی کی حالت میں، نہ بیماری کی حالت میں۔ لہذا سال کے کسی بھی حصے میں پنج وقتہ نمازوں کے سلسلے میں کسی طرح کی کوتاہی ہرگز نہیں ہونی چاہئے، اور رمضان بعد بھی اللہ کی عبادت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے، کیونکہ جو اللہ رمضان کا رب ہے وہی اللہ سال کے دیگر مہینوں کا بھی رب ہے۔

تیسری بات: نیک کام اگر تھوڑا بھی ہے مگر اس پر ہمیشگی برتی جاتی ہے تو وہ اللہ کو زیادہ پسند ہے، صحیح بخاری (6464)، اور صحیح مسلم (782) میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: وہ نیک کام جس کو ہمیشہ کیا جائے گرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان والے نیکیوں پر ہمیشگی برتتے ہیں، بالخصوص فرائض وواجبات پر مداومت برتتے ہیں، اور اپنے رب سے دعا مانگتے ہیں۔ "اے ہمارے رب، ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے"۔ (سورہ آل عمران آیت نمبر 8)۔

چوتھی بات: نیک عمل کی قبولیت کی ایک ظاہری علامت یہ ہے کہ ایک نیک عمل کے بعد دوسرے نیک عمل کی توفیق ہو، اس ظاہری علامت کا تقاضا یہ ہے کہ رمضان المبارک کے بعد بھی نیک عمل کا سلسلہ بند نہ ہو بلکہ جاری رہے۔

پانچویں بات: ہر ایمان والا شخص حسن خاتمہ کی تمنا رکھتا ہے، اور موت کی کوئی گارنٹی نہیں کہ کب کس کو اپنے آغوش میں لے لے۔ اگر رمضان بعد پورے گیارہ مہینے اپنے خالق کی عبادت سے دور رہے، اس کی نافرمانی بھی کرتا رہے، اور موت آگئی تو پھر اس سے برا انجام کیا ہوگا؟ کیونکہ جو آدمی جس حالت پر مرتا ہے اسی حالت پر اسے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ صحیح مسلم (2878) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) ہر بندے کو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کی موت ہوئی ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس کی کچھ تفصیلی مثالیں بھی موجود ہیں، جیسے حالت احرام میں مرنے والے لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے اٹھائے جائیں گے، شہید اس حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا، رنگ تو خون کا ہوگا، مگر خوشبو مشک کی ہوگی۔ اور سود خور کو اس پاگل کی طرح اٹھایا جائے گا جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔

لہذا ہمیں حسن خاتمہ کی راہ اختیار کرنا چاہئے، سوء خاتمہ اور برے انجام سے ڈرنا چاہئے، ہر اس کام سے بچنا چاہئے جو سوء خاتمہ کا سبب بن سکتا ہے اور رب العالمین سے حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالی ہمارے صیام وقیام اور تمام نیک اعمال کو قبول فرمائے، رمضان کے بعد ہمیں اپنی طاعت پر ثابت قدم رکھے، اور جب ہمارا خاتمہ ہو تو خاتمہ بالخیر ہو۔ آمین۔ ☆☆

# تمام انبیاء کا دین ایک ہے

تحریر: شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ

حقیقت اللہ رب العالمین کے دین کی حقیقت ہے جس پر تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کا اتفاق ہے اگرچہ ان میں سے ہرایک کی الگ الگ شرعت (دستور) اورمنہاج (راستہ) تھا، شرعت سے مراد شریعت ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (المائدہ:۴۸)

''تم میں سے ہرایک کے لئے ہم نے ایک دستوراورراہ مقرر کردی ہے۔''

نیز فرمایا:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (الجاثیہ:۱۸،۱۹)

''پھرہم نے آپ کو دین کی راہ پر قائم کردیا، سوآپ اسی پر لگے رہیں اورنادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ پڑیں۔ یہ لوگ ہرگز اللہ کے سامنے آپ کے کچھ کام نہیں آسکتے، اورظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، اور متقیوں کادوست اللہ ہے۔''

اور''منہاج'' راستہ کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (الجن:۱۶،۱۷)

''اوراگر یہ لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے۔ تاکہ ہم اس میں انہیں آزمالیں، اورجوشخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیرے گا تواللہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔''

شرعت بمنزلہ دریا کے ہے، اورمنہاج وہ راستہ ہے جس میں وہ بہتا ہے، اور منزل مقصود دین کی حقیقت ہے، یعنی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا یہی دین اسلام کی حقیقت ہے، دین اسلام یہ ہے کہ بندہ اللہ رب العالمین کا مطیع ومنقاد ہوجائے اور اس کے علاہ کسی اور کے سامنے سرنہ جھکائے، اگرکسی نے غیراللہ کے سامنے سرجھکایا تووہ مشرک ہے اوراللہ شرک کوکبھی بھی معاف نہیں کرسکتا، اورجوشخص اللہ کا مطیع ومنقاد نہ ہوبلکہ اس کی عبادت سے اعراض کرے تووہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (غافر:۶۰)

''جولوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

دین اسلام ہی تمام اولین وآخرین انبیاء ورسل کا دین ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران:۷۵)

''اورجواسلام کے علاوہ کوئی اوردین تلاش کرے تووہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''

اوریہ دین تمام زمان ومکان کے لئے عام ہے، چنانچہ نوح، ابراہیم، یعقوب اوران کی اولاد، نیز موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اوران کے حواریوں کادین یہی دین اسلام تھا، یعنی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت وبندگی کرنا، اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس:۷۱،۷۲)

''اے میری قوم! اگرتم کومیرا رہنا اوراحکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تومیرا تواللہ ہی پربھروسہ ہے، تم اپنی تدبیرا پنے شرکاء کے ساتھ پختہ کرلو، پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کاباعث نہ ہونی چاہیے، پھرمیرے ساتھ جو چاہتے ہو کرگذرو اورمجھ کومہلت نہ دو۔ پھربھی اگرتم اعراض ہی کئے جاؤ تومیں نے تم سے کوئی معاوضہ تونہیں مانگا میرا معاوضہ توصرف اللہ کے ذمہ ہے اورمجھ کوحکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔''

اورفرمایا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرہ:۱۳۰تا۱۳۲)

دین ابراہیمی سے وہی اعراض کرے گا جو محض بے وقوف ہو، ہم نے تو ان کو دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے ہیں۔ جب بھی انہیں ان کے رب نے کہا فرماں بردار ہو جا، انہوں نے کہا میں نے رب العالمین کی فرماں برداری کی۔ اسی کی وصیت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو کی کہ ہمارے بچو! اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرما لیا ہے، پس خبردار! تم مسلمان ہی مرنا۔

اور فرمایا:

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ (یونس:۸۴)

''اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔''

اور فرعون کے جادوگروں نے کہا تھا:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (الاعراف:۱۲۶)

''اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہمیں حالت اسلام پر وفات دے۔''

اور یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف:۱۰۱)

''(اے میرے رب!) تو مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور نیکوں میں ملا دے۔''

اور بلقیس نے کہا تھا:

وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (النمل:۴۴)

''اب میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرماں بردار بنتی ہوں۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ (المائدہ:۴۴)

''یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے۔''

اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا تھا:

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران:۵۲)

''ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم مسلمان (تابعدار) ہیں۔''

غرضیکہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اگرچہ جدا جدا تھیں لیکن ان سب کا دین ایک تھا، جیسا کہ صحیحین کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم تمام انبیاء کا دین ایک ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (الشوریٰ:۱۳)

''اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو بذریعہ وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو ان مشرکین پر گراں گزرتی ہے۔''

اور فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (المومنون:۵۱ تا ۵۳)

''اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرتے رہو۔ پھر انہوں نے خود ہی اپنے امر (دین) کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے۔''

اور فرمایا:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (الروم:۳۰ تا ۳۲)

''پس آپ یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں، اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کے بنائے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (لوگو!) اللہ کی طرف رجوع ہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ در گروہ ہو گئے ہر گروہ اسی چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔''

(بحوالہ: الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان)

☆☆☆

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

# فضائل اخلاق

## انک لعلی خلق عظیم

کتاب اللہ کی شہادت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے لیے فضائل ومکارم اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ جس وجود مبارک کو پوری اولاد آدم کے لیے قیامت تک اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔ اس کی حیثیت اس کے سوا ہو بھی کیا سکتی تھی؟ اس کا پہلا شاہد قرآن پاک ہے:

۱۔وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (سورہ قلم:۴)

"(اے پیغمبر) تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے۔"

۲۔فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانْفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ (آل عمران:۱۵۹)

"(اے پیغمبر!) خدا کی یہ بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے ہٹ جاتے (یعنی ان کے دل تمھاری طرف اس طرح نہ کھنچتے جس طرح اب بے اختیار کھنچ رہے ہیں"۔

۳۔لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ (توبہ:۱۲۸)

"(مسلمانو) تمھارے پاس اللہ کا رسول آ گیا ہے، جو تم ہی میں سے ہے۔ تمھارا رنج وکلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمھاری بھلائی کا بھوکا ہے۔ مومنوں کے لیے نہایت شفیق ورحیم ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔بعثت لاتمم حسن الاخلاق "میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں"۔

۲۔انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق "میں تو اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کا معاملہ درجہ اتمام پر پہنچاؤں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ابوذر غفاریؓ تک پہنچی تھی تو انھوں نے اپنے بھائی کو تحقیق احوال کے لیے مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا۔ بھائی نے مکہ مکرمہ سے مراجعت پر ابوذرؓ کو ان الفاظ میں اطلاع دی: رایتہ یامر بمکارم الاخلاق (بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخا) میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔" یہ بعثت کے بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے۔ اس دور میں بھی جس کسی کی نظر آپ پر پڑی، آپ میں جو نمایاں ترین وصف نظر آیا اسے فضائل اخلاق ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت علیؓ کا بیان: امام حسینؓ نے حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خندہ جبیں، نرم خو اور مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہ نکلا۔ عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ کوئی بات ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے۔ اپنے نفس سے آپ نے تین چیزیں بالکل دور کر دی تھیں، (الف) بحث ومباحثہ (ب) ضرورت سے زیادہ بات کرتا (ج) جو بات مطلب کی نہ ہو، اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین ہی باتوں سے پرہیز کرتے تھے (ا) کسی کو برا نہیں کہتے تھے (ب) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے (ج) کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی باتیں کرتے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا۔ آپ کلام کرتے تو صحابہ اس طرح سر جھکا کر اور خاموش ہو کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ خاموش ہو جاتے تو پھر (صحابہ) آپس میں بات چیت کرتے۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک ختم نہ کر لیتا آپ چپ سنا کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے ہیں، آپ محض مسکرا دیتے۔ باہر کا کوئی آدمی (یعنی اجنبی) بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے تاہم اگر کوئی آپ کے احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرما لیتے۔ جب تک بولنے والا چپ نہیں ہو جاتا تھا، آپ اس کی بات نہیں کاٹتے تھے۔ نہایت فیاض، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی آپ کو دفعتہً دیکھ لیتا تو مرعوب ہو جاتا۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا محبت کرنے لگتا (سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۲۸۸۔۲۸۹ بحوالہ شمائل ترمذی) اور کہا کرتا کہ میں نے آپ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد نہیں دیکھا۔

یہ محض عہد نبوت کے تیس سال ہی نہیں بلکہ چند سال پیشتر کے عینی مشاہدات کا بھی جامع مرقع ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان:

حضرت عائشہؓ نے ہجرت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے بعض اہم واقعات بھی دیکھے تھے اور مدنی زندگی میں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات بن گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اس دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری ہفتہ حضرت ممدوحہ ہی کے حجرے میں گزرا۔ حضرت ممدوحہؓ نے سہارا دے رکھا تھا، جب روح پاک اس دنیا کو چھوڑ کر عالم قدس میں پہنچی۔ حضرت عائشہؓ ہی کے حجرے کو اللہ تعالیٰ نے جسد اطہر کی آخری آرام گاہ بنایا۔ مشاہدے کے جیسے مختلف مواقع حضرت ممدوحہؓ کو میسر آئے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ کے بعض ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے وہ لے لیتے جو آسان اور سہل ہوتی، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔ اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے بڑھ کر اس سے دوری اختیار کرتے (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی کو سزا نہ دی اور کبھی بدلہ نہ لیا۔ ہاں اللہ کے حکموں کی حرمت زایل کرنے والوں کو آپ اللہ کے لیے سزا دیتے تھے۔ (ایضاً)

۳۔ عادت شریف یہ تھی کہ برائی کے بدلے میں برائی سے کبھی کام نہ لیا۔ ہمیشہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے۔ (سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ۲۸۷)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کبھی نہ ہنسے کہ آپ کا تالو نظر آیا ہو، صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔

۵۔ ہر لحظہ دل پر خوف وخشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ بادل دیکھتے یا آندھی آتی تو چہرہ مبارک پر تکلیف کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ میں نے (حضرت عائشہؓ نے) کہا یارسول اللہ! لوگ بادل دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی۔ آپ کے چہرے سے تکلیف نمایاں ہوتی ہے۔ فرمایا: عائشہؓ کون سی بات مجھے بے خوف کر سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہ ہوگا؟ ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا یہ بادل ہے۔ (صحیح بخاری)

۶۔ آپ نے نام لے کر کبھی کسی پر لعنت نہ کی۔ نہ کبھی اپنے کسی خادم، کسی لونڈی، کسی غلام، کسی عورت اور کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے مارا (سیرۃ النبی جلد اول حصہ دوم ص ۳۸۷ بحوالہ مسلم وابوداؤد)

۷۔ آپ نے کبھی کسی کی درخواست رد نہ فرمائی، الا یہ کہ وہ ناجائز تھی۔

۸۔ گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے۔ باتیں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کرتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے (بخاری کتاب الادب)

۹۔ ایک بدوی آیا اور بولا آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ فرمایا: اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا۔ اس میں میرا کیا اختیار ہے؟ (بخاری، کتاب الادب)

۱۰۔ اسودؓ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ فرمایا: گھر والوں کی خدمت میں رہتے تھے یعنی ان کے کام کیا کرتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔ (بخاری، کتاب الصلوۃ باب اذا دعی الامام الی الصلوۃ)

۱۱۔ اگر کسی کی کوئی حرکت پسند نہ ہوتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے اصل فعل کو منع فرما دیتے۔

۱۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں دو نوالے نہیں کھائے، مگر ان میں سے ایک کھجور کا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم انس بن مالکؓ کا یہ بیان بھی شامل کر لیجیے کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت میں گزارے۔ اس پوری مدت میں آپ میرے متعلق ناپسندیدگی کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ نہ کبھی یہ فرمایا: فلاں کام کیوں کیا؟ نہ کبھی یہ فرمایا: فلاں کام کیوں نہ کیا؟

**نبوت سے پیشتر کی زندگی:**

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیانات کا تعلق زیادہ تر عہد نبوت سے ہے جس کی کل مدت تیئس سال تھی۔ اس سے پیشتر آپ چالیس سال کی طویل مدت گزار چکے تھے۔ یہی زندگی ہے جسے قرآن مجید میں ایک مقام پر صداقت نبوت کی ایک قوی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ یعنی

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:١٦)

یہ واقعہ ہے کہ میں اس معاملے (یعنی نبوت) سے پہلے تم لوگوں کے اندر ایک پوری عمر بسر کر چکا ہوں۔ کیا تم سمجھتے بوجھتے نہیں۔

مشرکین عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وفضیلت سے انکار نہ تھا، حتی کہ ابوجہل کو بھی اعتراف تھا کہ آپ سچے ہیں، مگر وہ کہتے تھے کہ آپ ایسی باتیں کہتے ہیں جنھیں ہم قبول نہیں کر سکتے۔ مولانا ابوالکلام مرحوم ومغفور فرماتے ہیں کہ آیت کے منقولہ ٹکڑے میں صداقت نبوت کی ایک سب سے زیادہ واضح اور وجدانی دلیل بیان کی ہے۔ یعنی فرمایا:

ساری باتیں چھوڑ دو۔ اسی بات پر غور کرو کہ میں تم میں نیا آدمی نہیں، جس کے خصائل وحالات کی تمھیں خبر نہ ہو۔ تم ہی میں سے ہوں اور اعلان وحی سے پہلے ایک

عمرتم میں بسر کر چکا ہوں یعنی چالیس برس تک کی عمر کہ عمر انسانی کی پختگی کی کامل مدت ہے۔اس تمام مدت میں میری زندگی تمھاری آنکھوں کے سامنے رہی۔ بتلاؤ اس میں کوئی ایک بھی بات تم نے سچائی اور دیانت کے خلاف دیکھی؟ پھر اگر تمام مدت میں مجھ سے یہ نہ ہوسکا کہ انسانی معاملے میں جھوٹ بولوں تو کیا اب ایسا ہوسکتا ہے کہ خدا پر بہتان باندھنے کے لیے تیار ہوجاؤں اور جھوٹ موٹ کہنے لگوں، مجھ پر اس کا کلام نازل ہوتا ہے؟ کیا اتنی چھوٹی سی بات بھی تم نہیں پاسکتے؟

تمام علماء اخلاق ونفسیات متفق ہیں کہ انسان کی عمر میں ابتدائی چالیس برس کا زمانہ اس کے اخلاق وخصائل کے ابھرنے اور بننے کا اصل زمانہ ہوتا ہے۔ جو سانچا اس عرصے میں بن گیا، پھر بقیہ زندگی میں بدل نہیں سکتا۔ پس اگر ایک شخص چالیس برس تک صادق وامین رہا تو کیونکر ممکن ہے کہ اکتالیسویں برس میں قدم رکھتے ہی ایسا کذاب ومفتری بن جائے کہ انسانوں ہی پر نہیں، فاطر السموات والارض پر افترا کرنے لگے؟

چنانچہ بعد میں فرمایا: دو باتوں سے تم انکار نہیں کرسکتے کہ جو شخص اللہ پر افترا کرے، اس سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں اور جو صادق کو جھٹلائے وہ بھی سب سے زیادہ شریر انسان ہے اور شریر ومفتری کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا قانون ہے کہ مجرموں کو فلاح نہیں دیتا۔

چنانچہ اللہ کا فیصلہ صادر ہوگیا۔ جو مکذب تھے، ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ جو صادق تھا اس کا کلمۂ صدق آج تک قائم ہے اور قائم رہے گا۔ (ترجمان القرآن جلد دوم ص ۱۵۱۔۱۵۲)

دنیا جانتی ہے کہ جس دور میں سچائی اور دیانت وامانت کی روشنی گل ہوچکی تھی، اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرۃ طیبہ کی پاکیزگی اور طہارت سے الصادق اور الامین کے لقب حاصل کیے۔ جب حرم کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں حجر اسود کو اصل مقام پر نصب کرنے کے متعلق رؤسا، قبائل کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی تو فیصلہ یہ ہوا تھا کہ جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے، اسے ثالث بنالیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے آئے اور تمام لوگ پکار اٹھے، امین آگئے، امین آگئے۔ ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق ایسی گواہی تھی، جس کی صداقت وحکمیت سے کسی کے لیے بھی اختلاف بجا نہ ہوگا۔

**حضرت خدیجہ ؓ کی شہادت:**

محض یہی نہیں۔ ایک نہایت زبردست شہادت حضرت خدیجہ ؓ کی ہے، جو بعث تک پندرہ سال رسول اللہ کی رفاقت میں گزار چکی تھیں۔ اس کے بعد دین حق کے دور غربت کی اذیتیں اور مصیبتیں بھی دس سال تک صابرانہ برداشت کرکے عالم بقا کو سدھاریں۔ یہ شہادت بھی بعد بعثت سے نہیں بلکہ بعثت سے پیشتر ہی کی زندگی سے متعلق ہے۔

سورہ علق کی آیتیں آپ پر نازل ہوچکی تو اول نزول وحی کی شدت کا آپ پر بے حد اثر تھا اور یہ پہلی وحی تھی۔ معلوم ہے کہ اس کے بعد بھی جب وحی نازل ہوتی تھی تو چہرۂ مبارکہ پر پسینے کے قطرے نمودار ہوجاتے تھے۔ دوم جو گراں قدر کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمے لگا دیا تھا، اس کی بے پناہ مشکلات کا آپ کو پورا اندازہ تھا۔ اس لیے آپ کوہ حرا سے اتر کر گھر تشریف لائے تو قلب مبارک پر لرزہ سا طاری تھا۔ جب طبیعت ذرا سکون پذیر ہوئی تو آپ نے پوری کیفیت غمخوار وغمگسار رفیقہ حیات کو سنا کر فرمایا: لقد خشیت علی نفسی (مجھے اپنی جان کا خوف ہے) حضرت خدیجہ ؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت پاکیزہ اور سراپا خیر طریق حیات سے پوری طرح آگاہ تھیں۔ انھیں خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ خلق خدا کے ساتھ محبت وشفقت کے ایسے نادر پیکر کو قدرت کامیابی کی منزل پر نہ پہنچائے گی۔ چنانچہ آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

ہرگز نہیں خدا کی قسم، بیکسوں اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا، انھیں دیتے ہیں۔ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ مصائب میں حق کے معاون ومددگار رہیں (کیف کان بدء الوحی) صادق القول ہیں (یہ ٹکڑا اسی حدیث کی اس روایت میں آیا ہے جو بخاری کی کتاب التعبیر میں آئی ہے)

یہ شہادت ان فضائل ومکارم کے متعلق ہے جو بعثت سے پیشتر وجود گرامی میں موجود تھے اور حضرت خدیجہ ؓ سے بڑھ کر ان کا اندازہ شناس کون ہوسکتا تھا؟

☆☆☆


**مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش**

# نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

# محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

**تعاون کے طریقے** : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

# پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا اخلاق

مولانا ابومنیب تیمی

اسلام کی خوبی ہے کہ وہ انسان کو دین کے ساتھ اخلاق بھی سکھلاتا ہے۔ بلکہ اخلاق انسان کا زیور ہے۔ آدمی اپنے اخلاق وکردار کے ذریعہ معاشرے میں جانا جاتا ہے۔علم تھوڑا کم بھی ہو تو حرج نہیں مگر اخلاق کی کمی انسان کو رسوا کردیتی ہے۔اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جہاں علمی تربیت کی وہیں اخلاقی تربیت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑا۔اور اعلی اخلاق ہی کا نتیجہ ہے کہ چند سالوں میں آدھی دنیا پر اسلام کا بول بالا ہوا۔قرآن وحدیث میں جو بھی اخلاق ہمیں نظر آتا ہے اس کی جیتی جاگتی مثال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔آج دنیا اخلاقی پستی کی شکار ہے۔جگہ جگہ انارکی اور بداخلاقی کا مظاہرہ ہے۔غیروں کو چھوڑ بھی دیں تو بھی اپنوں کی حالت بہت اچھی نہیں۔ اور دن بدن حالات بدتر ہوتے ہی جارہے ہیں۔ کیا مرد، کیا عورت، کیا بڑے کیا، بوڑھے، سب اخلاقی انحطاط اور زوال کے شکار ہیں۔ایسی حالت میں ہمیں شدید ضرورت ہے کہ ہم رسول رحمت علیہ الصلاۃ والسلام کے اخلاق کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کریں اور اسے اپنی زندگی میں اتارنے کی کوشش کریں۔

ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا:" كان خلقه القرآن" [آپ کا اخلاق مثل قرآن تھا]۔قرآن وحدیث اور سیرت کی کتابوں کے مطالعے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا جو خاکہ بنتا ہے اس کو ذیل کے سطور میں اختصار کے ساتھ قلمبند کیا جاتا ہے:

آپ کی خوشی اور ناراضگی دین کی خاطر تھی۔آپ کا غصہ اس وقت پھوٹ پڑتا جب محرمات کی پامالی کی جاتی۔آپ نے محض ذاتی پُرخاش کی وجہ سے کسی سے انتقام نہیں لیا۔آپ کی دوستی اور دشمنی کا معیار صرف اور صرف شریعت تھی۔آپ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر اور سب سے بڑے سخی وفیاض تھے۔کبھی آپ نے مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔صدقہ وخیرات کا ایک پائی بھی آپ کے پاس بچ جاتا تو آپ کو اس وقت تک سکون نہیں آتا جب تک کہ وہ مستحقین میں تقسیم نہ ہو جاتا۔آپ کی زندگی سادہ تھی۔مہینوں پانی اور کھجور پر گزر بسر ہوتا۔ایسی بھی حالت ہوتی کہ کبھی گھر میں مہمان نوازی کے لیے کچھ موجود نہ ہوتا مجبوراً کسی صحابی کے گھر مہمان کو بھیجنا پڑتا۔

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ بردبار، سب سے زیادہ باحیا، سب سے زیادہ متواضع تھے۔مالدار، غریب، آزاد، غلام سب کی باتوں کو بغور سننے والے تھے۔آپ کی نگاہیں ہمیشہ جھکی ہوتیں۔آپ انسان، حیوان سب کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرماتے۔ایک دفعہ ایک بلی نے آپ کے رکھے ہوئے پانی کو پینا شروع کیا آپ نے برتن کو مزید ٹیڑھا کردیا تاکہ بلی بہ آسانی شیراب ہوجائے۔

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ معاف کرنے والے، اپنے دوست واحباب کی غیر معمولی عزت وتکریم کرنے والے تھے۔ اگر آپ اپنے دوستوں کے مابین ہوتے تو ان کا اتنا خیال رکھتے کہ اپنا پاؤں ان کے آگے نہ پھیلاتے۔اگر کسی کو جگہ کی ضرورت ہوتی تو آپ اس کے لیے کشادگی پیدا کرتے۔

صحابہ کرام آپ سے اٹوٹ محبت کرتے تھے، آپ جب بولتے تو وہ سب خاموش آپ کی باتوں کو سنتے۔آپ کے ایک اشارے پر وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ نکل جاتے تھے۔اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے اجتناب ان کی عادت ثانیہ بنی ہوئی تھی۔آپ بھی ان کی محبت کا جواب محبت سے دیتے۔ جب کوئی صحابی مجلس سے غائب ہوتا آپ ان کی خبر گیری کرتے، اگر کوئی بیمار ہوتا آپ فوراً عیادت اور مزاج پُرسی کو جاتے۔اگر کسی کے مرنے کی خبر موصول ہوتی اس کے حق میں "انا لله وانا اليه راجعون" پڑھتے۔

آپ صحابہ کرام کے مہمان بنتے، ان کی خواہشوں کا احترام کرتے، آپ کسی سے بے رخی اختیار نہ کرتے۔کمزور وطاقتور دونوں آپ کی نگاہ میں برابر ہوتے۔اگر کسی سے کبھی جانے انجانے میں غلطی ہوجاتی تو آپ معاف کردیتے، معذرت پیش کرنے والے کی معذرت کو قبول بھی کرتے۔ جب آپ صحابہ کے ساتھ ہوتے تو آپ کی پوری کوشش ہوتی کہ کوئی آپ کے پیچھے نہ ہو۔جو آپ کی خدمت کرتا آپ بھی موقع ملتے اس کی خدمت کا بدلہ چکانا چاہتے۔کیا غلام، کیا باندی کھانے پینے میں کبھی آپ امتیاز نہ کرتے۔مل جُل کر کھانا پسند کرتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:"خدمت النبي صلى الله عليه وسلم عشر سنين بالمدينة، وأنا غلام ليس كل أمري كما يشتهي صاحبي أن أكون عليه، ماقال لي فيها: أف قط، وما قال لي: لم فعلت هذا؟ أو: ألا فعلت هذا" "میں نے مدینہ میں دس سالوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، میرا ہر کام ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے، لیکن اس کے باوجود کبھی اف تک نہ کہا، کبھی یہ نہیں کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ یا یہ کہ ایسا کیوں نہیں کیا"۔(صحیح بخاری، ۶۷۷۴) انس رضی اللہ عنہ سفر حضر میں بھی آپ کے ساتھ رہے مگر اس لمبی مدت میں کبھی بھی آپ نے کبھی سرزنش یا لعنت ملامت نہ کی۔ہمیشہ شفقت ومحبت کے ساتھ پیش آتے رہے۔

امام طبری رحمہ اللہ آپ کے اخلاق سے متعلق ایک حدیث نقل کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث سے متعلق اہل علم کا کلام ہے:"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بعض أسفاره ،فأمر باصلاح شاة، فقال رجل يا رسول الله على: ذبحها، وقال آخر:على سلخها، وقال آخر: على طبخها، فقال صلى الله عليه وسلم : وعلى جمع الحطب، فقالوا يارسول الله نحن نكفيك ، فقال :قد علمت أنكم تكفونى ،ولكنى أكره أن أتميز عليكم، فان الله يكره من عبده أن يراه متميزا بين أصحابه، وقام صلى الله عليه وسلم وجمع الحطب" (خلاصۃ سیر سید البشر،للطبری،ص ۸۷)ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔آپ نے ایک بکری ذبح کرنے اور گوشت بنانے کا حکم دیا۔فوراً ایک صحابی نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسل) میری ذمہ داری ذبح کرنے کی ہوگی۔دوسرے نے کہا: میں اس کی کھال اتاروں گا۔تیسرے نے کہا: میں پکاؤں گا۔ تو آپ نے کہا: پھر میں لکڑیاں جمع کروں گا۔صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم لوگ کافی ہیں۔آپ نے کہا: مجھے پتا ہے کہ تم لوگ کافی ہو،مگر میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ میں تم سے ممتاز رہوں،اور جو اپنے دوست واحباب سے امتیاز اختیار کرے ایسے شخص کو اللہ تعالی ناپسند فرماتا ہے۔پھر آپ نے لکڑیاں جمع کیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا رہتا تھا،لوگوں کے ساتھ ہنسی خوشی سے ملتے، بلکہ آپ نے ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت مسکرانے کو صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔آپ کا اکثر وبیشتر وقت اللہ کی یاد میں بسر ہوتا۔جب بھی دو معاملہ آپ کے پاس آتا ہمیشہ اس میں سے آسان معاملے کو اختیار کرتے۔آپ اپنا جوتا خود سل لیتے۔کپڑا پھٹتا تو رفو کرلیتے۔گھوڑے، خچر اور گدھے پر سواری کرتے۔اپنے پیچھے اپنے غلام وغیرہ کو بھی بیٹھاتے۔جانور کے ساتھ بھی رحم وکرم کا معاملہ کرتے۔جب کبھی جانور کی آنکھ بہتا ہوا دیکھتے کپڑے کے کنارے سے آنسو پوچھتے۔

آپ ایک عام انسان کی طرح کبھی کبھار مذاق بھی کرتے،مگر مذاق میں بھی حق بیانی سے کام لیتے،جھوٹ سے گریز کرتے،مزاح میں اخلاقیات کو پھلانگنے کی ہرگز کوشش نہ کرتے۔آپ کا مزاح سنجیدہ اور پُرلطف ہوتا تھا۔جس کا مقصد سامنے والے کے چہرے پر خوشی ومسرت بکھیرنا تھا۔ایک دفعہ ایک عورت آپ سے اونٹ مانگنے آئی۔ آپ نے کہا: میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔وہ پریشان ہوگئی۔کہا: میں اس کا کیا کروں گی، اس سے میری حاجت وضرورت کی تکمیل نہ ہوگی۔پھر آپ نے اس سے کہا: بھلا بتلاؤ! اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔پھر جا کر وہ بڑا ہوتا اور اونٹ کہلاتا ہے۔

اسی طرح ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گویا ہوئی: اللہ کے رسول! میرے شوہر بیمار ہیں،وہ آپ کو یاد کررہے ہیں۔آپ نے اس عورت سے کہا: شاید تمہارے شوہر کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہے۔وہ دوڑی دوڑی گئی اور اپنے شوہر کی آنکھوں کو پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی،شوہر پریشان ہوگیا،ماجرا کیا ہے؟اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔پھر بیوی نے بتلایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی (اندھاپن) ہے۔تو شوہر نے کہا: محترمہ! سنیے کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔(واضح رہے کہ عربی میں 'بیاض' کا لفظ اندھاپن کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے،اور عورت نے 'بیاض' سے وہی سمجھا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور مذاق بوڑھی خاتون کے ساتھ دیکھئے:"عن الحسن قال: أتت عجوز الى النبى صلى الله عليه وسلم فقالت: يارسول الله،ادع الله أن يدخلنى الجنة، فقال: يا أم فلان،ان الجنة لا تدخلها عجوز، قال فولت تبكى، فقال: أخبروها أنها لا تدخلها وهى عجوز"(رواه الترمذى،وحسنه الألبانى)ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی: اللہ کے رسول! میرے لئے جنت کی دعا فرمادیجئے۔آپ نے اس کا نام لے کر کہا: جنت میں کوئی بوڑھیا نہیں جائے گی۔بوڑھی عورت روتے ہوئے واپس ہونے لگی۔ آپ نے جب اس کی پریشانی دیکھی تو صحابہ کو کہا: اسے خبر دو کہ کوئی بوڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گا۔بلکہ سب کے سب جنتی جوان ہوں گے،جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اس کی صراحت کی ہے۔

یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق حسنہ جس کے بارے میں قرآن نے کہا کہ آپ اخلاق وکردار کے اعلی مقام پر فائز ہیں۔آپ سے عمدہ اخلاق کسی کا نہیں ہوسکتا۔آپ کے حسن اخلاق کا اعتراف آپ کے دشمنوں نے بھی کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ سماج ومعاشرے میں تبدیلی لائیں، برائیوں پر قابو پائیں تو اس کے لیے ضروری ہیں کہ ہم اخلاق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنائیں،سیرت کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کریں، دنیا کو اپنے اخلاق وکردار سے یہ بتلائیں کہ خیر وبھلائی اور امن واماں کا ضامن صرف مذہب اسلام ہے،جس کی بنیاد فطرت سلیمہ پر ہے۔خاص طور سے اس وقت پوری دنیا میں سیرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نشر واشاعت کی زیادہ ضرورت ہے جہاں آئے دن معصیت اور گناہ کو قانونی پشت پناہی حاصل ہورہی ہے۔زنا کو عام کیا جارہا،ہم جنس پرستی اب کوئی جرم نہیں رہا،اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کوئی نہیں بچاسکتا۔یاد رکھئے اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔اور جب عذاب آتا ہے تو اس کی لپیٹ میں اچھے برے سب آتے ہیں۔ اس لئے ہماری بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنی تقریروں،تحریروں اور دیگر ذرائع ابلاغ سے برادران وطن کو اس قسم کے گھناونے جرم سے آگاہ کریں۔اللہ تعالی ہم سب کو اخلاق حسنہ سے مزین فرمائے۔(آمین)

☆☆☆

مولانا محمد محب اللہ بن سیف الدین محمدی

# خیر امت کا عظیم کام دعوت وتبلیغ ہے

دعوت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے...نداء ،طلب، تجمع ،دعاء، سوال ،استمالہ وغیرہ اور اصطلاح شرعی میں دعوتِ الی اللہ کہتے ہے: اللہ پر ایمان لانے ،انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے ،ان کی تصدیق کرنے اور وہ جو حکم دئے اور جو بتائے ان پر سر اطاعت خم کرنے اسی طرح ارکان اسلام (نماز ،روزہ ،زکوٰۃ ،حج وغیرہ) پرعمل پیرا ہونے کو۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: الدعوة الى الله هي الدعوة الى الايمان به وبما جاء ت به رسله بتصديقهم فيما أخبروا به وطاعتهم فيما أمروا وذلک يتضمن الدعوة الى الشهادتين واقام الصلاة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وحج البيت والدعوة الى الايمان بالله وملائكته وكتبه ورسله والبعث بعدا لموت والايمان بالقدر خيره وشره والدعوة الى أن يعبد العبد ربه كأنه يراه۔ بحوالہ۔مجموع فتاوی لابن تیمیہ ۱۵۸تا۱۵۱/۵۷

اس دنیا میں انسان کے وجود کا ہدف وحید ہی یہی ہے کہ انسان اللہ کی عبادت کرے اسکے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب کرے لیکن شیطان جس نے اپنے اغواء واضلال کے جال بچھا رکھا ہے انسان کو جادۂ حق سے ہٹا دیتا ہے اور یہ شیطان کی سرشت ہے کہ وہ انسانوں کے پیچھے لگا رہتا ہے لہذا جب بھی انسان اللہ کی بندگی کے علاوہ دوسرے کی بندگی کرنے لگتے تھے تو اللہ ان کی اصلاح کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجتے۔ چنانچہ یہ سلسلہ حضرت نوحؑ سے شروع ہوکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ نیز اس کام کو مزید آگے بڑھانے کے لئے امت محمدیہ کو خیر امت کے لقب سے ملقب کر کے یہ ذمہ داری اسکے کاندھے پر ڈال دی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ [آل عمران ۱۱۰]

عن قتادة قال: ذكر لنا أن عمر بن الخطاب قال في حجة حجها ورأى من الناس رعة سيئة فقرأ هذه "كنتم خير امة اخرجت للناس" الآية ثم قال: يا أيها الناس، من سره أن يكون من تلك الأمة، فليؤد شرط الله منها (تفسیر الطبری)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا اور کہا کہ اے لوگو جو بخوشی چاہتا ہو کہ ان کا شمار امت محمدیہ میں سے ہو تو انھیں چاہیے کہ اس شرط کو پورا کریں یعنی بہترین امت امتِ محمدیہ کا مشن دعوت وتبلیغ ہے لہذا اس مشن میں انھیں لگے رہنا چاہیے۔

معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اصلاحِ نفس، واصلاح مجتمع کا کام اس امت کی ذمہ داری ہے اور اسکا فرض منصبی ہے، بعض علماء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اسلام کے پانچ ارکان نہیں بلکہ چھ ارکان ہیں اور چھٹا رکن الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ہے،

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دعوت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ آل عمران:۱۰۴) ترجمہ۔ تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (سورۃ النحل ۱۲۵) ترجمہ۔ ''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔''

ہر زمانے میں اہل ایمان کا شیوہ رہا ہے کہ وہ خیر وبھلائی کی دعوت دیتے ،اور منکر سے روکتے ہیں، اور منافقین کا رویہ اس کے برعکس رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کے اندر بہ وضاحت فرمادیا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [التوبۃ ۷۱]

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [التوبۃ ۶۷]

# حسد نہ کرو

نجمہ پروین ہاشمی

سماج صاف ستھرا اور پاکیزہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے افراد نیک دل اور نیک طبیعت کے ہوں ان کا سینہ اخلاص اور للّٰہیت سے معمور ہو اور ہر مسلمان المسلم من سلم المسلمون بیدہ ولسانہ کی سچی تصویر ہو، غیبت اور چغلی، جھوٹ اور افتراء پردازی وغیرہ سے زبان پاک ہو اسی طرح سینہ کینہ اور حسد جیسی مذموم صفت سے خالی ہو اور ہر دل میں ایثار وقربانی اور باہمی جذبۂ محبت کارفرما ہو۔ لیکن آج ہمارا معاشرہ بری طرح بگڑ چکا ہے۔ ہر قسم کی برائیوں نے جڑ پکڑ لی ہے اور مختلف قسم کی بدعتیں دین میں گھس آئی ہیں، برائیوں اور بدعات وخرافات کو ختم کرنے اور انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی شدید ضرورت ہے ورنہ معاشرہ جل کر خاکستر ہو جائے گا۔

سماج بگاڑنے اور برباد کرنے والی برائیوں میں سے ایک برائی حسد ہے اس مضمون میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی برائیوں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ

تمنی زوال نعم الغیر کو حسد کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ کسی کے علم وہنر، مال ودولت وغیرہ کے چھن جانے کی آرزو کرنا (منہاج المسلم ص ۱۸۳) یہ تمنا چاہے اس نیت سے ہو کہ محسود کی چیز اسے مل جائے یا اسے نہ ملے لیکن محسود سے چھن جائے دونوں حالتوں میں ایسی نیت ناجائز ہے، اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کرتا ہے یہ اللہ کی تقسیم اور اس کے فضل وکرم پر اعتراض ہے اور اس کی ذہنی پستی اور دینی زوال کی علامت ہے۔ حاسد ہمیشہ دوسرے لوگوں کی تباہی وبربادی کے بارے میں سوچتا رہتا اور اس کے خلاف منصوبہ سازی کرتا ہے جبکہ اگر اپنی کامیابی کے لئے اتنی محنت کرے تو اسے کافی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنا سینہ حسد، بغض اور شماتت وغیرہ سے پاک رکھے یہ باتیں اسلامی مواسات اور غمخواری کے خلاف ہیں اسلام اسے پسند نہیں کرتا ہے اس کے برعکس محبت ومودت کا درس دیتا ہے نفرت وعداوت سے روکتا ہے قرآن وحدیث میں بے شمار مقام پر اس مذموم جذبہ سے روکا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النساء:۵۴) کیا وہ لوگ دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں:

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (الزخرف:۳۲)

”کیا وہ تیرے رب کی رحمت بانٹتے ہیں دنیا کی زندگانی میں ہم نے ان کی روزی ان کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور بعض کا بعض پر رتبہ بلند کر دیا تا کہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں۔“

امام بخاری نے اپنی جامع میں یہ روایت نقل کی ہے۔

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباداللہ اخوانا (بخاری مع الفتح کتاب الادب ۱/ ۴۸۱)

تم بدگمانی اور سوء ظن سے بچو بدگمانی بڑی جھوٹی بات ہے اور کسی کا راز سننے کے لئے کان نہ لگاؤ اور ٹوہ میں نہ پڑو اور تجسس نہ کرو اور بھاؤ نہ بڑھاؤ آپس میں حسد نہ کرو، آپس میں بغض وکینہ نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو، اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ (تحسس راز سننے کے لئے کان لگانے کو کہتے ہیں، تجسس۔ ٹوہ میں پڑنا اور نجش کے معنی بھاؤ بڑھانے کے ہیں اسلام کی بنیاد خیر خواہی اور نصیحت پر ہے الدین النصیحۃ اسی طرح سے لا ضرر ولا ضرار کہہ کر ہر اس بات اور کام پر پابندی عائد کر دی گئی ہے جو کہ مسلمان کے لئے ضرر رساں ہو سکتی ہے اس کا تعلق چاہے لین دین سے ہو یا طلاق ونکاح سے طعام وشراب سے ہو، یا حقوق ومعاملات سے تدابر کے بارے میں علامہ خطابی کہتے ہیں یہ تولیۃ الرجل دبرہ سے ماخوذ ہے دبرہ آدمی کا دوسرے سے پیٹھ پھیر لینا اور منہ موڑنا۔ ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ مدابرہ کا استعمال اعراض کے لئے ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: تحفۃ الاحوذی ۳/ ۱۲۶)

ایک بار آپ نے حسد کو سنگین ترین گناہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ آدمی کے دین کو میٹ دیتا ہے یہ گذری ہوئی قوموں میں پایا جاتا تھا اور اسی وجہ سے بہت سی قومیں آپس میں لڑ کر ہلاک ہو گئیں۔ ابلیس لعین نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے شرف ومنقبت کو دیکھ کر حسد کیا تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے راندۂ درگاہ رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

رب الیکم داء الامم قبلکم الحسدوا لبغضاء ھی الحالقۃ اما انی لا اقول تحلق الشعر ولکن تحلق الدین (الترغیب والترھیب ۳/ ۵۴۸) پہلے لوگوں کی جو برائیاں تمہارے اندر گھس آئی ہیں وہ حسد اور بغض وعناد ہیں جو تمہارے دین کو مونڈ دے گی میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بال مونڈ دے گی بلکہ دین کا

صفایا کردے گی۔

جس کے اندر حسد وکینہ جیسی بیماری گھس آتی ہے اسے یہ تباہی وبربادی کے گھاٹ اتار کر ہی دم لیتی ہے اس کی ہلاکت خیزی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بھوکے بھیڑیے کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے۔

ما ذئبان جائعان ارسلافی زریبة غنم فاسدلها من الحرص علی المال والحسد فی دین المسلم (ترمذی کتاب الزهد ٤/٥٨٨) دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا مال کی طمع اور حسد مسلمانوں کے دین کو برباد کر دیتی ہے۔

اس حدیث کے آخری ٹکڑے میں اور مستقل ایک دوسری حدیث میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ حسد آدمی کے لئے اتنا مہلک ہے جتنا آگ لکڑی کے لئے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے: وایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب (ابن ماجه کتاب الزهد ٢/٥٦٢) حسد نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔

اس حدیث کی صحیح توضیح یوں کی جاسکتی ہے کہ حاسد محسود کی نعمت اور خوشحالی کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتا اور حسد کی آگ میں جھلستا رہتا ہے جب محسود کی نعمت میں کوئی زوال نہیں آتا ہے تو سرعام اس کی مخالفت پر اتر آتا ہے اس کی آبروریزی کے درپے ہو جاتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، گالیاں دیتا ہے، غیبت کرتا ہے الغرض حسد اسے بندوں کے بہت سے حقوق کی پامالی کا مرتکب بنا دیتا ہے اور جو شخص دنیا میں بندوں کے حقوق تلف کرتا ہے قیامت کے دن اس کی نیکیاں اس محسود شخص کو دے دی جائیں گی اور اسی پر بس نہیں کیا جائے گا بلکہ حاسد کی نیکیاں ختم ہونے کی صورت میں محسود کا گناہ بھی حاسد کے سر ڈال دیا جائے گا اور اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حسد نہایت ہلاکت خیز گناہ ہے حسد اور ایمان کا اجتماع ایک موحد مسلمان کے دل میں ناممکن ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا یجتمع فی جوف عبد الایمان والحسد (الترغیب والترهیب ٣/٥٤٦) کسی بندے میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوسکتا۔

حسد مومن کی شان سے بعید ہے جس کے دل میں حسد کی چنگاری سلگتی ہے وہ راہ راست سے بھٹک جاتا ہے اس لئے کہ راہ ہدیٰ اور حسد میں تباین ہے اس کی تصدیق احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

لا یزال الناس بخیر مالم یتحاسدوا (الترغیب والترهیب ٣/٥٤٧) لوگ برابر خیر وعافیت اور بھلائی میں ہوں گے جب تک حسد نہ کریں اور فرمایا لیس منی ذوحسد (ایضا ٣/٥٤٧) حاسد میرے راستے پر نہیں ہے۔

کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے دل کو حسد جیسی مذموم صفت سے پاک وصاف کر لیا۔ زبان کو جائز استعمال کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو دیا اس پر قانع رہے اور عالی ظرفی اور حسن خلق کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال لیا۔

حسد کی دو قسمیں ہیں: ایک جائز، دوسری ناجائز

کسی کے مال و دولت علم و ہنر اور دیگر نعمت الہیہ کے زوال کی تمنا کرنا ناجائز ہے مگر چند استثنائی حالت میں جائز ہے جیسے کسی فاسق فاجر پر برکات الہی اور نعمتوں کی بھرمار ہے جس کے بل بوتے وہ بے قصور لوگوں کو ایذاء پہنچائے یا اس کے زور پر فتنہ وفساد پھیلائے تو اس کی نعمت کے زوال کی تمنا جائز ہے۔

دوسری قسم کا تعلق آدمی کی اس خواہش سے ہے جو دوسروں کی خوشحالی تقویٰ ودین داری کو دیکھ کر اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے کہ کاش میرے پاس بھی اسی طرح ہوتا تو یہ جائز ہے اس کو غبطہ اور رشک کہتے ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ تقویٰ وطہارت کا راستہ اپنائے ان صفات حمیدہ سے متصف ہو جسے اللہ پسند فرماتا ہے اور ان برائیوں سے اپنا دامن بچائے جن سے نفرت کرتا ہے۔ حسد، بغض اور کینہ سے سینہ کو منزہ اور پاک وصاف رکھے۔ ☆☆

## مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔

۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔ شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔

۳۔ مضمون کا فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔

۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔

۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔

۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔

۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔

۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

# تذکرہ مولانا محمد صادق سلفی

امتیاز وحید، شعبۂ اردو، کلکتہ یونیورسٹی

نام محمد صادق، والد محمد مسلم (عرف داروغہ) اور والدہ کا نام ایندھن خاتون تھا۔ ان کے دادا ٹرائی میاں کے نام سے معروف تھے۔ مولانا اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ ان کی شادی ان کے آبائی گاؤں رگھے پورہ میں میمونہ خاتون بنت عبدالوہاب سے ہوئی تھی، جن سے دو بچے پیدا ہوئے: محمد فیاض مرحوم اور ہاجرہ۔

مولانا محمد صادق سلفی کی ابتدائی تعلیم کا آغاز مدرسہ اسلامیہ رگھے پورہ وبنٹولی سے ہوا، جہاں سے انھوں نے قاعدہ بغدادی، یسرنا القرآن اور اردو وغیرہ کی تعلیم پائی۔ مدرسہ اسلامیہ کے بعد وہ مدرسہ اشرف العلوم، پرسونی، ضلع مدھوبنی میں داخل کئے گئے، جہاں انھیں قرآن، اردو، ہندی اور انگریزی کی ابتدائی تعلیم ملی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے انھوں نے مدرسہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، لہریا سرائے، دربھنگہ، بہار کا رخ کیا اور عربی اولیٰ میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۴ء میں فراغ ہوئے۔ بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے عالم وفاضل تھے۔ ۱۹۶۴ء میں فارغ التحصیل ان کے ہم جماعت طلبہ کی کل تعداد انیس (۱۹) تھی۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ مولانا سعود عالم سلفی، مولانا حافظ ظہیر سلفی، مولانا محمد طلحہ سلفی، مولانا محمد شاکر سلفی، مولانا معراج الحق، حافظ عبدالغفار سلفی، مولانا عبدالسمیع سلفی، مولانا مہر عالم، مولانا حافظ محمد اویس، مولانا عین الحق سلفی، مولانا مقصود عالم سلفی، مظہر الدین سلفی، مولانا واعظ الحق، مولانا محمد سعید سلفی، مولانا محمد یٰسین سلفی، مولانا نعیم الدین سلفی، مولانا محمد مسلم باری سلفی، مولانا محمد نورالدین سلفی۔

مولانا محمد صادق سلفی دبلے پتلے جسم کے تھے تاہم ان کا قد لمبا تقریباً چھ فٹ سے بھی زیادہ نکلا ہوا تھا۔ رنگت سانولی تھی، مزاج میں بڑی نرمی تھی۔ چوڑی مہری کا پائجامہ اور کرتہ زیب تن فرماتے تھے۔ آواز میں حلاوت تھی۔ شریف الطبع، صوم وصلوٰۃ کے پابند دین دار انسان تھے۔ بلند اخلاق وکردار کے مالک تھے۔ دوسروں سے تعرض ان کی صالح اور سادہ طبیعت کے منافی تھا اس لیے گاؤں میں ان کی ذات کبھی دوسروں کے لیے آزار کا سبب نہیں بنی۔

۱۹۶۴ء میں فراغت کے بعد مولانا محمد صادق سلفی نے ملازمت کی ابتداء مدرسہ اسلامیہ، رگھے پورہ ونبٹولی سے کی، جہاں وہ تقریباً سال دو سال تک تعلیم و تدریس پر مامور تھے۔ یہاں ان کے لائق شاگردوں میں مولانا محمد محسن سلفی، مولانا شرف الدین سلفی، مولانا محمد عیسیٰ سلفی، مولانا محمد ابوبکر شمسی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں کے بعد ان کی اگلی منزل غالباً رہیکا تھی۔ وہ جامع مسجد، مومن ٹولہ، رہیکا سے متصل مکتب موسوم بہ 'مدرسہ محمدیہ عربیہ' میں استاد مقرر ہوئے اور بچوں کو پڑھاتے رہے۔ مکتب کی ترقی ہوئی اور اس کا الحاق مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ سے ہوگیا تو اسے 'مدرسہ محمدیہ عربیہ' ہی کے نام سے چھوٹی مسجد کے نزدیک شاہراہ سے متصل ایک نئی جگہ پر منتقل کر دیا گیا تاہم وہ مکتب اپنے ناگزیر وجود کے ساتھ حسبِ سابق وہیں باقی رہا اور مدرسہ محمدیہ عربیہ کی شاخ کے طور پر کام کرتا رہا۔ مولانا محمد صادق سلفی تاحیات اسی مکتب سے وابستہ رہے۔

مولانا محمد صادق سلفی نے مدرسہ محمدیہ عربیہ، رہیکا میں تقریباً اٹھارہ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ مکتب کی ملازمت کے بعد مولانا اپنے آبائی گاؤں رگھے پورہ سے مع اہل خانہ رہیکا منتقل ہوگئے۔ رہیکا میں ان کا قیام مومن ٹولہ میں اولاً جناب مرحوم عباس کے گھر پر رہا، ان کا دوسرا مستقر جناب اسرائیل بن موسی مرحوم کا گھر تھا۔ اس کے بعد وہ اخیر وقت تک جناب ابوالخیر صاحب کے گھر پر مقیم رہے۔ مولانا بڑے ملنسار تھے۔ طبیعت شگفتہ پائی تھی۔ ان کا سماجی دائرہ بھی وسیع تھا۔ ان کی صلاحیت اور کام کی لگن سے اہالیانِ رہیکا نہ صرف خوش تھے بلکہ ان کا حد درجہ احترام بھی کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ وہ جن اصحابِ خانہ کے گھر بھی مقیم رہے، انھوں نے مولانا سے کوئی کرایہ وصول نہیں کیا۔

قیامِ رہیکا کے اپنے طویل تدریسی سفر میں مولانا محمد صادق سلفی نے بڑی تعداد میں شاگردان پیدا کئے۔ ان میں بچوں کے ساتھ ایک قابلِ لحاظ تعداد بچیوں کی بھی ہے۔ ان کے شاگردوں میں عبدالرؤف (عرف بسم اللہ)، عبدالحی مرحوم، مولوی انور اسلامی، مولوی شفیع الرحمٰن اسلامی، مولوی زاہد اسلامی، مولوی بدیع الزماں فیضی، ماسٹر عبدالدائم، مرحومہ شہناز خاتون، رویدہ خاتون، ہاجرہ خاتون اور سلمٰی خاتون وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کے ایک لائق شاگرد جناب محمد شمیم اختر بن مولانا عبدالسمیع سلفی نے بتایا کہ:

''مولانا محمد صادق سلفی کا طریقِ تدریس بڑا عمدہ تھا، وہ بڑی لگن سے پڑھاتے تھے، انھیں بہت سے اشعار ازبر تھے، وہ خود بھی شعر کہتے تھے اور ہم بچوں کو بھی سناتے تھے۔ وہ ہمیں مزاحیہ اشعار بھی سنایا کرتے تھے۔ مولانا بڑے ظریف الطبع واقع

ہوئے تھے“۔

اب قطعیت کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ مولانا شاعر بھی تھے لیکن اتنا طے کہ مولانا شعر وسخن وری کا ستھرا ذوق رکھتے تھے اور ممکن ہے کہ شعر بھی موزوں کرتے ہوں۔ جناب محمد شمیم اختر نے مولانا کا ایک بند بھی سنایا جو انھیں اب بھی یاد ہے:

یہ ہمارا وطن ہے ہمارا وطن
اس میں لعل و جواہر کی بوٹی بھی ہے
چندرگپتا، اشوکا کی لالی بھی ہے
سن ستاون کا دورِ جلالی بھی ہے
یہ ہمارا وطن ہے ہمارا وطن

مولانا محمد صادق سلفی نے مکتب سے ملنے والی اپنی قلیل آمدنی میں پوری زندگی صبر، قناعت اور طمانیت کے ساتھ گزار دی۔ ان میں کچھ رہیکا والوں کی شریفانہ محبت بھی شامل ہے۔ شریک حیات روایتی تعلیم یافتہ ایک سلیقہ شعار اور فرماں بردار خاتون تھیں۔ انھوں نے مدرسہ اسلامیہ سے ۲۷ پارہ قرآن حفظ کیا تھا۔ بچے روایتی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ مولانا کے بیٹے فیاض کی شادی مدھواپٹی میں نورو بنت عبدالحق (ٹیڑھ کا) سے ہوئی لیکن وہ بھی والد کی طرح ٹی بی کا مریض تھا اور جلد ہی انتقال کر گیا۔ بیٹی ہاجرہ بقید حیات ہیں، ان کی شادی مرحوم محمد مجیب الرحمٰن بن محمد ضمیر (رگھے پورہ) سے ہوئی، وہ ابھی بیوہ ہیں اور اپنے بچوں (محمد فاروق، فیروز، ربان، مرجینا) کے ساتھ روئی دھاسا، بنگال میں رہتی ہیں۔ مولانا کی باقیات میں اب یہی لوگ ہیں۔

مولانا محمد صادق سلفی جسمانی طور پر زیادہ قوی نہیں تھے۔ انھیں ٹی بی کا عارضہ تھا۔ اس زمانے میں یہ بڑا مہلک اور تقریباً لا علاج مرض سمجھا جاتا تھا۔ دوا علاج کے باوجود طبیعت عام طور پر بحال نہیں رہتی تھی۔ اسی لیے وہ رہیکا سے باہر کی دینی اور علمی سرگرمیوں میں فعال نہیں رہ پائے۔ وہاں بھی بڑی محتاط زندگی گزاری۔ البتہ کبھی کبھار جمعہ کا خطبہ دیتے، نکاح اور نماز جنازہ پڑھاتے اور رہیکا کی مقامی دینی تقاریب میں دیکھے جاتے تھے۔ تقریری صلاحیت عمدہ تھی۔ وقتاً فوقتاً رگھے پورہ آنا جانا ہوتا تو اس موقع سے وہ خطبہ جمعہ دیتے اور گاؤں میں اپنے متعلقین کے رابطے میں بھی آتے تھے۔

مولانا محمد صادق سلفی ایک مستقل مزاج شخصیت کے مالک تھے، انھوں نے پوری زندگی ایک لیک پر گزار دی، محنت اور لگن کو شعار بنایا، شرافت نفسی سے کام لیا اور سرخرو ہوئے۔ جیتے جی طمانیت اور بعد از مرگ خلق خدا کی زبان پر ذکر خیر یہ دو عظیم نعمتیں، انھیں میسر ہوئیں۔ وہ رہیکا میں سلفی فکر کے نمائندہ تھے۔ اپنے کردار اور جذبے کی صداقت سے مولانا مرحوم سلفی مکتب فکر کا واضح مفہوم سمجھانے میں کامیاب رہے۔ لوگ باگ بطورِ خاص ان کے شاگرد انھیں ان کے صلابت کرداری کے سیاق میں اب بھی یاد کرتے ہیں۔ مولانا کے سلسلے میں کئی افراد سے ملاقاتیں ہوئیں تو محسوس ہوا کہ مولانا کا جذبۂ صادق کام کر گیا۔

۱۹۸۵ء میں ٹی بی کی بیماری کے سبب مولانا کا رہیکا میں انتقال ہو گیا۔ مدرسہ محمدیہ عربیہ، رہیکا کی انتظامیہ نے ان کے انتقال کے بعد مولانا کی اہلیہ کو مدرسہ میں مقیم طلبہ کے مطبخ کی ذمے داری سونپی اور انھیں تنخواہ پر رکھ لیا۔ وہ گزر گئیں تو مولانا کی دختر وہاں مامور ہوئیں۔ لیکن بھائی اور ماں کے گزرنے کے بعد ان کے لیے زیادہ دنوں تک رہیکا میں رہنا ممکن نہ ہو پایا۔ بالآخر وہ اپنے شوہر کے ساتھ بنگال منتقل ہو گئیں۔ مرحوم مولانا محمد صادق سلفی اور ان کی اہلیہ دونوں رہیکا، مدھوبنی میں مدفون ہیں۔

☆☆☆

## انتقال پر ملال:

مدرسہ منظر العلوم پرسہ مرجدوا مغربی چمپارن بہار کے سابق ناظم اعلیٰ جناب مولوی محمد ہارون رشید صاحب کا نیپال کے نارائینی ہاسپٹل نارائن گھاٹ میں مورخہ ۲۵/اپریل ۲۰۲۲ء کو بعمر تقریباً ۵۵ سال انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور مورخہ ۲۷/اپریل ۲۰۲۲ء بروز بدھ بعد نماز عشاء ان کے آبائی وطن پرسہ میں ان کو سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا نہایت تقویٰ شعار، عبادت گذار، دیندار، ملنسار، محنتی، جفاکش شخص تھے۔ مدرسہ کی خدمات کو اپنی زندگی کا واحد مقصد سمجھتے تھے۔ آپ راجستھان کے مدرسہ محمدیہ باڑی میں تقریباً تیس سال تک مدرس رہے۔ پسماندگان میں اہلیہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے، سیئات کو حسنات سے مبدل فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے آمین یارب العالمین (ابوالحسن فیضی، مدھیہ پردیش)

☆☆☆


**مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش**

# کتاب الآداب

**مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلھوب**

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

**تقدیم**

**مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی**

صفحات: 665 قیمت: -/300

# اعلان داخلہ

# المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ
''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ''
میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۲-۲۰۲۳) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

**۱۴/مئی ۲۰۲۲ء مطابق ۱۲/شوال المکرم ۱۴۴۳ھ بروز ہفتہ تا ۱۶/مئی ۲۰۲۲ء**
**مطابق ۱۴/شوال المکرم ۱۴۴۳ھ بروز پیر** داخلہ لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

## شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

## خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ● بہترین رہائشی انتظامات● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

**درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ: ۷/مئی ۲۰۲۲ء**

اپنی درخواست مع تصدیقات ونقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

**''المعهد العالي للتخصص في الدراسات الاسلامية''**
اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵
فون نمبر:۔011-26946205, 23273407، موبائل:9213172981, 09560841844
**شعبۂ تعلیم و تربیت:**

**مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے لیے

# عیدانہ فنڈ

## جمع کرنا ہرگز نہ بھولیں

عید کی پرمسرت گھڑیوں میں ''مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند'' کو فراموش نہ کریں۔ آپ عید کے مبارک موقعہ پر جس طرح اپنے بچوں کو عیدی دے کر ان کی خوشیوں میں اضافہ کرتے ہیں اسی طرح مرکزی جمعیت کو عیدانہ فنڈ دینا نہ بھولیں۔

تمام ریاستی، ضلعی اور مقامی جمعیت اہل حدیث کے امراء ونظماء، ائمہ مساجد وخطباء اور ذمہ داران مدارس ومکاتب سے پُرخلوص اپیل ہے کہ مساجد اور عیدگاہوں میں جمعیت کے لیے ضرور اپیل کریں اور جو رقم مرکزی جمعیت کے لیے حاصل ہو اس کو بذریعہ چیک یا ڈرافٹ جمعیت کو ارسال کریں تاکہ آپ کا یہ عیدانہ فنڈ جمعیت وجماعت کے مفید ترین دعوتی، تربیتی، نشریاتی، تعمیراتی اور رفاہی منصوبوں کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرسکے۔